الحکم کی تمام جلدوں میں شمارہ نمبر

41-42 کا صفحہ نمبر 1-2 نہیں ملا

چند روز

مدتوں کی بات ہے اے ہمنشیں
ایک تربت پر میں بیٹھا چند روز
ٹوٹی پھوٹی قبر تھی مٹی کا ڈھیر
گو کہ تھا اوس کا بھی پہنا چند روز
یعنی وہ اپنی زبان حال سے
کہتی تھی میری ہے دنیا چند روز
اینٹ پتھر جو کہ اس جا جمع ہیں
ہے یقیں اون کا بھی رہنا چند روز
جو ملیں ہو کر ہوا ہے کعبہ میں خاک
اس کا تھا عالم میں چرچا چند روز
عالم علوی سے یہ نور قدم
مرکز سفلی میں آیا چند روز
اسکی صورت نے جہاں روشن کیا
اور کیا ہر دل میں ڈیرا چند روز
ہائے اس کے حسن جاں افروز کا
بھر گیا آنکھوں میں جلوہ چند روز
بادۂ الفت کے سرشاروں کو آہ
اس نے متوالا بنایا چند روز
باغ دنیا میں پہلی پھولی پر چلی
اس کی تھی شاخ تمنا چند روز
یہ وہ گل ہے جبکہ تھا گلزار میں
بلبلوں کا شور و غوغا چند روز
اسکی جادو چشم پر نرگس کی آنکھ
رہ چکی محو تماشا چند روز
زلف پیچاں دیکھ اس کی باتیں
پیچ و خم سوسن نے کھایا چند روز
یہ رہا دنیا میں مثل بوئے گل
باعث لطف احبا چند روز
محفل احباب میں بلبل صفت
ہائے قفس گل میں بولا چند روز
ہائے اس سرو رواں نے لطف سے
طوق قمری کو پہنایا چند روز
گل فشانی کرکے باغ دہر میں
بلبلوں کا جی جلایا چند روز
عرصۂ دنیا خرام ناز سے
عرصۂ محشر بنایا چند روز
کہول کر اپنا لب معجز نما
اس نے مردوں کو جلایا چند روز
اس نے کل فرزانگان دہر کو
اپنا دیوانہ بنایا چند روز
گر شجاعت کا خیال آیا کبھی
تیغ کا جوہر دکھایا چند روز
پہلوانان جہاں میں زور کا
چار سو ڈنکا بجایا چند روز
دل میں ہر انساں کے اپنے عشق کا
اسنے تھا سکہ جمایا چند روز
آ گیا گر دل میں سودا عشق کا
نام مجنوں کا مٹایا چند روز
رہ گئی لگا ہے کسی گلرو سے آنکھ
فرش کانٹوں کا بچھایا چند روز
ہو کے دیوانہ تلاش یار میں
چھان مارے کوہ و صحرا چند روز
اسکو بھی منظور تھا کوئے گل
یہ بھی بلبل تھا کسی کا چند روز
یہ کسی زلف پریشاں پر کبھی
رہ چکا مفتون و شیدا چند روز
اک زمانہ میں تھا اسکو رات دن
ہائے شغل جام و صہبا چند روز
الغرض دنیا کے دستر خوان پر
اس نے گرم و سرد چکھا چند روز
پی شراب بیخودی جینے اگر
حسرت و افسوس کھایا چند روز
چل بسا آخر کو مغموم و ملول
کرکے عالم کا تماشا چند روز
اس کے مرنے پر رہا احباب میں
نالۂ و شیون کا غوغا چند روز
آہ یہ معدوم ہونے کے لئے
عالم امکان میں آیا چند روز
اب نہیں ملتا کہیں اسکا پتا
ہو چکا جو گل کا ہمسر چند روز
ہائے اس دنیائے گلستان میں
کر گیا یہ بھی بسیرا چند روز
خاک کا پتلا ہوا آخر کو خاک
نور اس کا گرچہ چمکا چند روز
پھر صدا آئی مجھے اس قبر سے
ہے غرا بھی یا نہ رہنا چند روز
آجکل پر ہر کسیکہ موقوف کام
ہے غرا امروز فردا چند روز
بلبلوں کا آج ہے غیرت چرخ
دیکھ لے اس کا تماشا چند روز
آخر خزاں جلا جائیگی باد خزاں
ہے بہار باغ دنیا چند روز

(احکم)

کیا پنڈت لیکھرام آریہ متعصب تھا

(مرقومہ ایم معراج الدین طالبعلم امرتسری)

پانچوں ہی انگلیاں تو برابر نہیں ہوتیں مختلف مزاج ہوتے ہیں۔ بر قوم میں ہو۔ آریہ مسافر میگزین بابت ماہ اکتوبر ۱۹۰۰ء کو پڑھا گئے منشی رام جی آریہ نے ایک بڑی ہی بات آب زر سے لکھنے کے قابل لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ پنڈت لیکھرام جی کو ویدک دہرم کے ساتھ خاص پریم نے کسقدر متعصب بنا دیا تھا اور ایسے وقت میں وہ دوسروں کی کمزوری کے لئے انہیں معاف کرنے کے قابل نہیں سمجھتے تھے اور ویدک مسلمان کی تعریف سن کر وہ خاموش نہیں رہ سکتے تھے ویدک کے خلاف ابلاء مغلوب الغضب ہو کر بلا لحاظ رتبہ وغیرہ کے فریق مخالف پر بعض وقت سخت سے سخت حملہ کر دیا کرتے تھے۔

(۲) سوامی دیانندجی کی جانب ان کے دل میں اسقدر عزت تھی جس سے لوگ ان کو پاگل پن کی حد تک پہنچا ہوا بتلاتے ہیں۔ لیکن دہرم کے راستہ میں اگر کام کیا ہے تو دیوانوں نے کیا اس لئے یہ دیوانگی مبارک تھی۔ دوسرے لفظوں میں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ویدوں کے دہرم کے ساتھ خاص محبت رکھنے کے سبب پنڈت لیکھرام متعصب مغضوب الغضب مخالفوں پر سخت اور پاگل پن کی حد تک پہونچے ہوئے تھے

تحقیناس (تشکر)

اب ہم راقم مذکور سے دریافت کرتے ہیں کہ مذہب کے متعصب اور مغلوب الغضب شخص کی رائے قابل اعتماد ہے یا نہیں اگر ہے تو کن کے لئے اگر نہیں تو کیوں آپ اسے معتمد تو نہیں عقلمند انسان تو یہی جواب دیں گے کہ ایسے شخص کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں ہوتی بلیس آپکی تحریر سے ثابت ہے کہ لیکھرام کی تمام تصانیف قابل اعتبار نہیں کہ انہوں نے ہوش و حواس کی درستی اور غضب و تعصب سے خالی رہ کر مصنفا نہیں لکھی۔

تحقیق الادیان و تبلیغ الاسلام

(از محمد صادق)

سب حمد اور شکر اللہ کے لئے ہے جس نے انسان کو اپنے مخاطبات سے شرف بخشا اور راہ مستقیم پر اس کو بلا کر ظلمات کی ٹھوکروں اور ہلاکتوں سے بچایا دنیا میں جو تاریکی انسان نے اپنی غفلت اور بدکاری سے پھیلا رکھی تھی اس سے بچنا کسی کی طاقت میں نہ تھا اگر خود خداوند عالم اپنے رحم کے تقاضا سے انسان کو آواز دیکر اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسکو سیدھی سڑک پر نہ ڈال دیتا۔ پھر صلوٰۃ اور سلام ہو اور رحمتیں ہوں اور برکتیں ہزاروں ہزار ان پاک اور معصوم وجودوں پر جن کو خدا نے اس قابل بنایا کہ وہ اسکی آواز سنیں اور خلقت اور ان کے رب کے درمیان صلح کرا دیں کہ جوش ان کے دلوں میں ہو اور ہر خلقت کو سیدھا کر کے اور سیدھے راہ پر لائیں اور ہر خدا کے آگے روئیں اور گڑگڑائیں۔ بالخصوص اس پاک مطہر مقدس مزکی شفیع پر ہزاروں ہزار صلوٰۃ اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں ہوں کہ جو مخلوق الہی کی غمخواری میں اور اپنے خالق کی محبت میں ایسا گداختہ ہوا کہ بجز قرآن مجید کی وحی کے اس کے لئے کوئی شے موجب تسکین نہ ہوئی۔ اے خدا کے پیارے قربان ہوں ہم اور ہمارے جانیں تجھ پر اور تیرے راہ پر اور اس پر جو تیرے راہ کے مسافروں کو بھیڑیوں اور کتوں اور قزاقوں سے بچانے کے واسطے آج سپاہیوں کیطرح کمر باندھ کر کھڑا ہوا ہے اور ایسا کھڑا ہوا ہے کہ نہ اسے رات کو آرام کی نیند ہے اور نہ دن کو عیش کی زندگی ہے وہ تیری محبت میں ایسا محو ہوا کہ نہ اسے اپنے سر کی خبر رہی اور نہ پاؤں کی۔ ہاں ہی اسکی وہ نشانیاں ہیں جو تو نے پہلے سے بیان کی تہیں۔

پھر مبارک ہیں وے جو اس بہادر سپاہی ان بہادروں کے سردار کی حمایت اور نصرت میں کھڑے ہوئے۔ اللھم رب اجعلنا منھم۔ وہ خدا کے ساتھ ہیں۔ اور خدا ان کے ساتھ ہے وہ ستارے ہیں جو سورج سے روشنی لیتے ہیں اور اندھیری رات کے چراغ ہیں۔ اللھم رب اجعلنا منھم۔ آمین ثم آمین۔ یا رب العالمین۔

اس تاریکی کے زمانہ میں جب یہ خدا کے پیارے مخلوق الہی کو سیدہی راہ پر بلا رہے ہیں تو میرے دل میں جوش اٹھا کہ میں بھی امداد کروں جو خود ہی کمزور ہو وہ کسی کی کیا مدد کرے گا مگر ایسے پر جوش اور پر طاقت با ہمت عالی حوصلہ عالی دماغ اصحاب کے کارناموں کو اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے ہوئے دیکھ کر رہ نہ سکا کہ نکما بیٹھا رہوں میں بھی لگا کچھ ہاتھ پاؤں مارنے اور کچھ آوازیں دینے۔ بھلا اس چھوٹے ہاتھ اور باریک سے آواز نے کیا کرنا تھا مگر خدا نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ سے جو دنیا بھر کو تبلیغ پہنچانی تہی تو اس کے واسطے سامان بھی ایسے ہی مہیا کر دیئے۔ بس میرے ہاتھ اور آواز کو ڈاک نے ایسی مدد دی کہ میں گھر بیٹھے بیٹھے۔ انگلستان امریکہ اور جاپان تک جانے لگا۔ اور تو کیا کر سکتا تھا پر دو باتوں کی رفتہ رفتہ عادت سمجھو۔ قوت سمجھو نشہ سمجھو کچھ سمجھو وہ کام آہستہ آہستہ کرنے لگا۔ ایک تو یہ کہ جہاں کہیں کوئی نیا فرقہ دیکھا۔ گمراہی کا کوئی عجیب گڑھا دیکھا۔ ضلالت کا کوئی ہولناک کنواں دیکھا ان کی خبر خدا کے مسیح کو دی تاکہ وہ اسکی دستگیری کے لئے توجہ کرے اور دوسرا یہ کہ جو طالب حق ملا اسی جگہ پہنچانے اس کے کان میں کچھ اسلام اور اسلام کے پیدا علیہ السلام اور اسلام کے موجودہ امام کی خبر ڈال ہی دی کسی نے گالی دی کسی نے برا سنایا۔ کوئی ہنس کر خاموش ہو رہا۔ کسی نے خشک شکریہ میں ٹالا۔ کوئی تھوڑی دور ساتھ ہو لیا اور پرسان حال رہا۔ پر میں اپنا کام کئے گیا یہاں تک کہ بعض رشید اور سعید ایسے نکلے جنہوں نے اس آواز کو قبول ہی کر لیا۔

اس کام کی ابتدا کوئی تین سال سے ہے اور اس کے واسطے مجھے خرید اخبارات خرید کتب ڈاک۔ اسٹیشنری وغیرہ کا خرچ درکار ہوا۔ جس میں مجھے یہاں کے بعض دفاتر مثلاً میگزین اور خود حضرت مسیح علیہ السلام اور بعض دوستوں سے مدد ملتی رہی مثلاً کوئی عمدہ کتاب اس کام کے مفید ملا...

(باقی)

میں چھپی تو فوراً سیگز میں نے خرید کر دی یا حضرت نے خود ہی فرمایا کہ یہ کتاب منگا لو اسکی قیمت ہم دیں گے یا شیخ رحمت اللہ جیسے کسی دوست نے ولایتی کاغذ لفافے بھیج دیئے۔ غرض اسیطرح سے کام چلتا رہا اور چل رہا ہے۔ مگر کوئی نو ماہ کا عرصہ گذرا ہے کہ ایک دوست بابو محمد الٰہی صاحب سب ایڈیٹر آرگو ہاٹ نے مجھے خط لکھا کہ میں بعو چند اور احباب کے آپ کو اس کام کے واسطے کچھ ماہوار چندہ دینا چاہتا ہوں۔ میں ڈرا کہ آیا میرے واسطے ایسے چندہ (اگرچہ وہ حقیقت رقم ہی ہو) کا لینا جائز ہوگا اسواسطے میں نے بابو صاحب کو جواب لکھا۔ کہ میں درست میں کوئی ماہوار چندہ نہیں لے سکتا۔ ہاں آپکی تحریک پر میں اس امر کے متعلق استخارہ کروں گا اور حضرت امام سے حکم طلب کرونگا پھر جو نتیجہ ہوگا دیکھا جائے گا۔ اس کے بعد کوئی چھ ماہ تک مجھے ایسا موقع نہ ملا۔ کہ میں اس امر کے واسطے توجہ اور استخارہ کرتا چھ ماہ کے بعد مجھے ایک وقت میسر آیا کہ میں نے دعا کی اور استخارہ کیا اور پھر حضرت امام علیہ الصلوٰۃ کی خدمت میں یہ سب باتیں عرض کیں اور یہ بھی دریافت کیا کہ آیا اس کام کو جاری رکھوں یا نہ رکھوں۔ حضرت امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے نزدیک جہاں تک کچھ وقت اور حرج واقع نہو اس کام میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ موجب تبلیغ ہے اور جو صاحب اس کام میں مدد دینا چاہیں وہ بیشک دیں۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد

اس پر میں نے بابو محمد الٰہی صاحب کو اطلاع دی جو رقم اس امر کے متعلق میرے پاس وقتاً فوقتاً آئے گی اس کی رسید میں اسی اخبار میں دیدیا کروں گا اور ساتھ ہی میں نے ارادہ کیا ہے کہ آئندہ ہر ہفتہ میں بذریعہ اخبار کے ایک رپورٹ اس کارروائی کے چھاپ دیا کروں تاکہ احباب کے واسطے موجب ازدیاد ایمان اور دوستوں جو نکہ اس کام کے دو حصے ہیں یعنی غیر مذاہب کی تحقیقات اور اسلام کی تبلیغ اسواسطے یہ مضامین اخبار میں تحقیق الادیان و تبلیغ الاسلام کی سرخی کے ذیل میں نکلا کریں گے انشاء اللہ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

چنانچہ اس ہفتہ میں امریکہ سے ایک نومسلم انگریز کا خط آیا ہے۔ جسکی پہلے ہم کو خبر نہ تھی یعنے اس کا نام اور پتہ اور اس کے مشرقی علوم سے واقف ہونے کی خبر ایک کتاب فروش کے اشتہار میں پڑھی تھی کیونکہ صاحب موصوف نے ایک کتاب پر اپنی رائے لکھی تھی۔ پس میں نے اوس کو ایک خط لکھا۔ میں اپنے خط کے ترجمہ کو بعد جواب کے ترجمہ کے نیچے درج کرتا ہوں۔

محمد صادق عفی اللہ عنہ

میرا خط بنام ڈاکٹر بیکر صاحب

از قادیان ضلع گورداسپور ملک ہند مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۴ء

ڈیر ڈاکٹر۔ اگر اتفاق کوئی شے ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ صرف اتفاق سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ علوم مشرقیہ کے فاضل ہیں اور دنیا کی قریباً ایک درجن زبانوں سے واقف ہیں در اصل میں تو اتفاق کا قائل نہیں کیونکہ میں تو یہ ایمان رکھتا ہے کہ سب کچھ خدائے قادر کی مرضی سے دنیا میں ہوتا ہے۔ آپ ایک مشرقی علوم کے فاضل ہیں اور میں ایک مشرقی آدمی ہوں اور اسی واسطے میں آپ کو یہ خط لکھتا ہوں مشرق کی سامی زبانوں سے میں بھی واقف ہوں۔

جو بات میں آپ کو کہنا چاہتا ہوں وہ مشرقی الہام اور حب اور صلاحیت ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ میں کچھ کہوں۔ میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے عقائد کیا ہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ یسوع مسیح ایک انسان تھا اور خدا کا نبی تھا۔ خدا واحد ہے۔ تثلیث کوئی شے نہیں۔ خدا کا کوئی بیٹا نہیں۔ سب کو نیک و بد اعمال کا بدلا ملتا ہے کفارہ باطل ہے۔ خدا اپنے نبیوں رسولوں اور مسیحوں کو ہمیشہ مبعوث کرتا رہتا ہے۔ جو خدا سے الہام پاکر دنیا کی اصلاح کرتے ہیں۔ اس زمانہ کے مصلح کا نام احمد ہے۔ جہنم ابدی نہیں ہے بلکہ جیل خانوں کیطرح ایک اصلاح خانہ ہے۔ خدا قادر مطلق خدا ہے۔ یسوع نے اور انسانوں کیطرح وفات پائی۔ اس کی قبر کشمیر میں ہے۔ ہمیں چاہئے خدا کا خوف اور اسکی محبت ہر دو دل میں رکھیں خدا کو ایسا یاد کریں جیسا کہ باپ بلکہ اس سے زیادہ۔ یہ ہمارے عقائد کا خلاصہ ہے۔ جن میں کوئی امر مخالف عقل نہیں ہے۔ کہاں تک ان امور میں آپ ہمارے ساتھ متفق ہیں۔ کیا آپ تصانیف کیا کرتے ہیں۔ اگر کرتے ہیں اور ممکن ہو تو کوئی کتاب ارسال فرمائیں۔ آپ کا جواب آنے پر میں بھی آپ کو کچھ کتابیں ارسال کرونگا شاید ایسا خط لکھنے میں میں نے بہت جرأت سے کام لیا ہے۔ لیکن میں امید کرتا ہوں کہ آپکی طرف سے مجھے فرحت دہ یا کم از کم دوستانہ جواب ملے گا۔ ہمارا ملک طاعون سے تباہ ہو رہا ہے۔ کیونکہ لوگ نیک نہیں ہیں۔ انہوں نے خدا کے فرستادہ کی عزت نہیں کی۔ خدائے رحمٰن ہمیشہ اپنے نبی مبعوث کیا کرتا ہے اور ایسا ہی اس نے اس زمانہ میں بھی ایک رسول بھیجا ہے اس نبی کا نام احمد ہے۔ خدا کی طرف سے اوس کو مسیح موعود کا خطاب بھی ملا ہے۔ اس کا سلسلہ جلد دنیا میں پھیلے گا اور مشرق و مغرب پر جاری ہوگا۔ کیونکہ خدائے قادر نے ایسا ہی ارادہ فرمایا ہے۔ یہ نبی صلح اور محبت کا پیغام لایا ہے۔ اس نے جنگوں کو بند کر دیا ہے۔ اس کے متبع تین لاکھ کے قریب ہیں جن کو خدا نے پرہیزگاری۔ راستی محبت اور خوف خدا عطا کیا ہے مجھے آپ کا جواب آنے سے خوشی ہوگی اور پھر میں آپ کو زیادہ باتیں لکھوں گا۔ محمد صادق

ڈاکٹر صاحب کیطرف سے جواب

از جانب ڈاکٹر اے جارج بیکر . . . .
. . . . . . فلاڈلفیا ملک امریکہ

مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء

بخدمت مسٹر محمد صادق صاحب۔

پیارے جناب اور بھائی۔ آپ کا خط مجھے ۱۳ تاریخ کو ملا تھا۔ مگر میں انفلوئنزا سے علیل تھا۔ اس واسطے تین دن جواب نہ لکھ سکا۔ جہانتک ممکن ہو چند ایک الفاظ میں اپنا مذہب ظاہر کرتا ہوں باقی آپ خود سمجھ لیں۔ میں ایک مسلمان ہوں اور میرے عقائد وہی ہیں جو آپ کے ہیں۔ میں اپنے ملک اور زمانہ کے مناسب حال اسلام پر عامل ہوں۔ نبی عیسیٰ کے متعلق میرا عقیدہ وہی ہے جو آپ کا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ۔

قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد

ایک ہی خدا ہے جو ازلی خدا ہے وہ نہ جنتا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا نہ کوئی اسکی مانند ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ تمام عمیق مذہبی خیالات مشرق سے نکلے ہیں۔ اور تمام بڑے مذہبی علما مشرق میں ہی ہوتے ہیں۔ عیسوی مذہب بھی مشرق ہی سے نکلا تھا۔ لیکن آجکل جو عیسوی مذہب دنیا میں پھیل رہا ہے وہ حضرت عیسیٰ کی تعلیم سے ایسا دور ہے جیسا کہ سیاہ سفید سے دور ہے بہت سالوں کی بات ہے جب کہ میں نے مشرقی علوم کو سیکھنا شروع کیا۔ اس وقت میں نے معلوم کیا کہ مذہب کا سچا اصول یعنی توحید حضرت ابراہیم حضرت موسےٰ حضرت داؤد حضرت سلیمان حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام نے سکھایا۔ عیسوی تعلیم نے جس بات کو محسوس کیا تھا اُس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخر دنیا میں پھیلایا۔ میں تب سے آنحضرت کی تعلیم کا متبع ہوں اور آپ کی تمام تعلیم پر پختہ ایمان رکھتا ہوں۔ لیکن اسلامی مسائل کو اگر لفظی معنوں میں لیا جائے تو پوری سختی اور پابندی کے ساتھ ان الفاظ کی اطاعت ظاہر معنوں میں امریکہ کے اندر مشکل ہے۔ ہمارے لوگ ایشیائی دل نہیں رکھتے۔ اسواسطے ہمیں اپنے ملک اور زمانہ کے مطابق چلنا پڑتا ہے۔ اتنے بڑے شہر میں جیسا کہ فلاڈلفیا ہے یہ امر میرے واسطے آسان نہ ہوگا کہ جب بازار میں جا رہا ہوں تو راہ میں اپنا بوٹ اور موزے اتار کر پاؤں دھونے کیواسطے ادھر ادھر پانی تلاش کرتا پھروں تاہم میں اللہ تعالےٰ کے حضور میں ایسے وقت میں بھی دعا مانگ سکتا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ میری دعا اس کے حضور میں قبول ہوتی اور وہ سنتا ہے اور جواب دیتا ہے اور یہ سب کچھ ایسا ہی ہوتا ہے جیسا وضو کرنے کی صورت میں۔ نماز ایک چیز ہے جو انسان کے دل اور خدا کے درمیان ایک تعلق ہے۔ اور جب میں گھر میں رہتا ہوں تو میں تمام قواعد نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہوں مگر باہر اس کے واسطے دقت ہے۔ مجھے اس بات پر خوشی ہوئی ہے کہ مشرق سے کسی نے مجھے خطاب کر کے اپنا وقت خرچ کیا۔ اور گو مجھے ہندوستان میں بھی کوئی جانتا ہے میں کئی دفعہ پبلک میں لیکچر دیا کرتا ہوں اور جب کبھی ناواقف لوگ مشرقیوں کے متعلق غلط خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ تو میں اون کا دفعیہ کیا کرتا ہوں۔ آپ کا پھر مجھے خط آئیگا تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ اور میں خوش ہونگا کہ آپ مجھے کچھ کتابیں ارسال فرماویں جنسے میرے علم میں ترقی ہو۔ مجھے الجیریا کے ایک نوجوان مسلمان دوست سے بھی ابھی ایک خط ملا ہے۔ یہ نوجوان پہلے فلاڈلفیا میں رہ چکا ہے۔ تب ہر روز میرے گھر آیا کرتا تھا اور ہم بالکل بھائیوں کی طرح تھے۔ اور اسکی چٹھی سے بھی مجھے اتنی ہی بڑی خوشی ہوئی ہے جتنی کہ آپ کی چٹھی سے۔

آپ بہت جلد مجھے خط لکھیں اور ہم آئندہ اس خط و کتابت کو جاری رکھیں گے۔ حضرت مجدد کے حضور میں دعا و سلام اور آپکی خدمت میں محبت و ادب کے ساتھ۔

میں ہوں آپ کا نہایت اخلاص مند ڈاکٹر اے جی۔ بیکر۔ ایم ڈی۔

ہندوستان میں انبیاء

آج مجھے ایک کتاب موسومہ بہ حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ مطبوعہ احسن المطابع واقعہ مرادآباد کے دیکھنے کا اتفاق ہوا جس میں دیگر مشیوخ کے حالات کے علاوہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بھی درج ہیں کتاب مذکور کے صفحہ ۶۴ میں جہاں ان کے اور بہت سے الہام درج کئے گئے ہیں وہاں مندرجہ ذیل بشارتیں بھی مندرج ہیں اول وہ میری تمام مرقومات حضرت مہدی آخر الزمان کی نظر سے گذریں گی۔ دوم حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام آتے اور کہا کہ ہم عالم ارواح سے ہیں بیسوم صفحہ ۲ کے پڑھنے سے ان کا ایک اور کشف جو خطوط کے عنوان کا پورا پورا موئید ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ مجھ پر منکشف ہوا ہے کہ ہندوستان میں انبیاء گذرے ہیں۔ لیکن کسی کا ایک تابع ہوا کسی کے دو غرضیکہ تین سے زیادہ کسی کے نہیں پائے جاتے اگر چاہوں تو ان کا مکان اور جگہ تعین بھی بتا دوں بلاد ان کی قبریں۔ کہ ان کے انوار نظر آتے ہیں"

اب معلوم نہیں ہمارے وہ مخالف مولوی صاحبان کیا کہیں گے جو حضرت امام علیہ السلام کو مجدد و قرار دیکر ان من امۃ الاخلا فیھا نذیر اور وما اھلکنا من قریۃ الالھا منذرون ذکری وما کنا ظالمین وغیرہ آیات بینات سے اپنی م

اوائل علوم و حکمت عربیہ

(بقیہ مضمون گذشتہ)

یہی حالت برابر اُنکی رہی یہانتک کہ زمانۂ ہدایت انگیز سایہ افگن ہوا۔ آفتاب نبوت نے انیر علوم کیا۔ فضائے آسمان رسالت کی شعاعوں سے جگمگا اٹھا۔ پروردگار عالم نے محمد مصطفے صلعم کو اسطور پر مبعوث فرمایا کہ وہ انہیں قرآن و حکمت کی تعلیم دیتے تھے اور گمراہی کی تاریکیوں سے نکالکر معرفت الٰہی کا نور دکھاتے تھے خدائے تعالی کو منظور ہوا کہ یہ پیغمبر ظاہری حالت میں امی رہے اور کچھ اپنے ہاتھ سے نہ لکھتا ہو اور نہ کسی دوست آشنا سے کچھ پڑھتا ہو۔ یہ اس غرض سے کہ تحصیل علم کی تہمت ان سے دور ہو جائے اور اکتساب و طلب علم کا شک ان کی طرف سے مٹ جائے۔ آپ نہیں دیکھتے کہ موجودہ انجیلوں کے نسخوں میں جو متداول ہیں چونکہ یہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام نے ملک مصر کا سفر کیا تھا اور اہل مصر کے علوم سیکھے تھے اور انہیں بڑا کمال اور ترقی پیدا کی تھی تو اس امر کو اہل لامذہب نے بڑی کافی دلیل ان کے بطلان نبوت کی قرار دی اور انکی راہ رسالت و بعثت میں شک کرنے کے لئے اسے کافی سمجھے۔ اس لئے پروردگار عالم نے چاہا کہ آنحضرت سے اس تہمت کو برطرف کرے اور اس کے مقدس دامن کو اس شبہ کی نجاست سے پاک کرے پس ان سے خطاب فرمایا کہ آپ قرآن مجید اپنے ہاتھ سے نہ لکھیں ورنہ اہل باطل کو شک گذریگا۔ پھر بجائے اس کے عوض میں پروردگار عالم نے اپنے علم قدیم اور عدل شامل عمیم کے رو سے ختم رسالت مطلق اور تمامی انبیاء و مرسلین پر ریاست کلی اور پوری سرداری عنایت فرمائی بلحاظ آنحضرت کے کمال کوشش و شفقت کے جو آپ نے معرفت خداوندی کے حاصل کرنے میں اسقدر تہ فرماتے تھے کہ اہل علم میں کوئی ان کے پیشتر ایسی مشقت نہ کر سکا تھا۔ اسی درمیان میں انہیں حاصل ہوئی تھی علم و حکمت سے وہ لیاقت کہ نہ فلاسفہ و حکما کو اور نہ انبیائے سلف میں کسی کو ان کے پیشتر ہوئی تھی یہانتک کہ پروردگار عالم نے انہیں حکم فرمایا کہ اپنی دعوت کو تمامی خلق میں شائع اور منتشر فرمائیں۔ پس حضرت نے لوگوں کو توحید الٰہی و معرفت خداوندی کیطرف ایسی دعوت فرمائی کہ اوس کے آثار محو ہونے والے نہیں ہیں اور نہ اوس کا شعلہ فرو ہونیوالا ہے نہ روئے زمین سے اسکی روشنی بجھنے والی ہے یہانتک کہ ہر پرشاد شاستری کو جن کا مذہب ہنود میں تعصب مشہور ہے اور وہ مسلمانوں پر ہمیشہ غیظ و غضب میں رہا کرتے ہیں اور اپنی انگلیاں چبایا کرتے ہیں انہیں اپنی انگریزی تقریر کی تاریخ ہند میں مجبوراً اقرار کر لینا پڑا کہ جو کچھ موجودہ حالت توحید کی ہندوؤں میں ہے یہ سب مذہب اسلام اور اہل اسلام کے آثار سے ہے اور ہندوؤں نے اسے مسلمانوں سے سیکھا ہے ورنہ چاروں وید ہنود کے بالکل ستارۂ آسمانی اور عناصر سفلی کی عبادت کی دعاؤں سے بھرے ہوئے ہیں چنانچہ اس کی تصریح ہند و فاضل آر سیلا مونی مودرلی ایم اے نے اپنے اس مضمون میں کر دی ہے جو ایشیٹیکی کے پرچہ بابت ۱۱ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا ہے۔ بہاون نامی ایک برہمن دکنی کا قصہ مشہور ہے کہ اس نے مغلوں کے بادشاہ جلال الدین اکبر کے عہد سلطنت میں اسلام قبول کیا تھا اسکا گمان تھا کہ اتھرابن وید میں ایک عبارت ہے جس کے معنے بالکل کلمۂ شہادت کے ہیں اور حقیقت یہ ہے اسمیں قطعاً کلمہ نہیں ہے۔ دیکھکر سند کے برہمن دوڑے اور اس سے مناظرہ کیا اور اسکی غلط فہمی عبارت وید سے ثابت کر دی بہاون کوئی جواب نہ دیسکا اور خاموش رہگیا۔ اس دعوت محمدی کی خوبی پر اس سے بڑھکر کون شاہد ہوگا کہ قیصر فریڈرک دوم (قیاصرۂ روم سے) باوصف رئیس ملت عیسوی ہونے کے اس مذہب کی توحید دیکھکر اس قدر دلگرفتہ ہو گیا کہ قریب تھا کہ مذہب اسلام اختیار کرے گر علانیہ یہ نکر سکا اور دل کی بات دل میں رکھی۔ اس واقعہ کو اسقف فاضل جان ہنری کارڈنل نیومن نے اپنی کتاب انڈیا آف ای یونیورسٹی میں (جو بالفعل بی اے کے کورس میں ہے) ذکر کیا ہے۔ یہی سبب ہے آنحضرت صلعم کی ذات مقدس و مطہر پر ختم نبوت و کمال رسالت قرار دیا گیا مگر خداوند عالم کو معلوم تھا کہ یہ پیغمبر کافۂ خلق کی طرف مبعوث ہوگا اور اس کے زمانہ سے تا نفخ صور جتنے لوگ پیدا ہونگے ان سب کو اسکی دعوت پہنچے گی جسمیں اختلاف عقول و انظار و افکار لوگوں کو طریقے از مائش اور جانچ کرنے کے ہر نبی کی نبوت کے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو ان کے حسن اخلاق کی وجہ سے ایمان لائیں گے۔ اس لئے آنحضرت صلعم کو خلق عظیم پر مبعوث فرمایا بعض لوگ ایسے ہوں گے جو بوجہ اُن کے خرق عادات اور اشیائے عالم کو ان قوانین فطرت سے پھیر دینے اور ان قوانین کو شکست کر دینے کی طاقت دیکھکر ایمان لائیں گے اس لئے آپ کی تائید بڑے بڑے روشن اور وافر معجزوں سے فرمائی جو حسب درخواست ان لوگوں کے سرزد ہوتے تھے جو آپ کے زمانہ میں تھے۔ لوگوں کے سامنے اور انکی موجودگی میں ایسی درخواستیں پیش ہوتی تھیں اور آنحضرت ان کی تعمیل فرمائش کر دیتے تھے لیکن یہ راہ ان لوگوں کے واسطے کافی نہ تھی اور ان قوموں اور نسلوں کے واسطے کفایت نہ کرتی تھی جو آنحضرت کے بعد آنیوالی تھیں اس لئے عنایت ازلی اور حکمت ربانی کا یہی اقتضا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید ان معجزات سے فرمائے جو بعد آنحضرت باقی رہیں جسکی قسم کا ان کو زوال نہ ہونے پائے بمرور ایام و درازی زمانہ ان میں کسی قسم کا تغیر نہ لاحق ہو سکے تاکہ جو گمراہ ہو اس پر بھی حجت تمام ہو اور جو ہدایت پائے اوس پر بھی تمام ہے منجملہ معجزات باقیہ ایک قرآن مجید ہے کہ وہ نہیں وحی بخلاف دیگر پیغمبروں کے کہ ان کے معجزے غیر وحی ہوا کرتے تھے اور آثار وحی سے ہوتے تھے۔ خوب معلوم ہے کہ وحی الٰہی ایسی شے نہیں ہے جو کہنگی اور بوسیدگی اور فنا کو قبول کر سکے کیونکہ یہ علم خدا ہے اور اسی کا کلام منزل ہے پس ضرور ہے کہ تا قیامت باقی رہے یہی مراد ہے پروردگار کے اس قول کی کہ ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہمیں اس کے نگہبان ہیں۔ اعجاز قرآن کا صرف اس جہت سے ہے کہ طاقت بشری اسکی چھوٹی سی چھوٹی آیت کے جواب بنانے سے تا روز قیامت نوع انسانی سے سلب کر لی گئی ہے اس بات کا مشاہدہ اسی سے ہوتا ہے کہ خلق خدا کیسی کیسی آستینیں آنحضرت صلعم کی دشمنی پر چڑھائے ہوئی ہے اور کمریں انکی عداوت پر چست باندھی ہوئی ہے اور بیحد کوششیں ایک چھوٹی سی آیت کے بنانے میں کرتے ہیں مگر خدا ان کا کمر انہیں پھینک مارتا ہے اور انکی عاجزی ظاہر کرتا ہے کہ کس کسطرح باہم عہد و پیمان جواب لکھنے پر کرتے ہیں اور آمادگی ظاہر کرتے ہیں پھر بیٹھ جاتے ہیں اور نامردی انکی ظاہر ہو جاتی ہے۔ منجملہ ان معجزات باقیہ کے خبر دینا ہے آنحضرت صلعم کا ان امور غیب کے جو صدہا سال بعد درج تاریخ و کتب حدیث ہونے کے وقوع پذیر ہوئے ہیں مثلاً ترکوں کا آنا۔ آتش حجاز کا شعلہ ور ہونا اور شہر مدینہ کا شہر پناہ بن جانا۔ خانہ کعبہ کی کنجیوں کا بنی شیبہ کے خاندان میں رہنا یہود و نصاریٰ میں تا روز قیامت عداوت رہنا اور اسی قبیل سے اور امور جن کا اس موقع پر تحریر کرنا باعث وشوار ہے اگرچہ کتب اہل اسلام سے ان کا یکجا کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں کیونکہ انہیں جا بجا سب مذکور ہیں۔ منجملہ انہیں معجزات باقیہ کے وہ عجیب و غریب نشانیاں ہیں جو آجتک مکہ معظمہ و خانۂ خدا میں پائی جاتی ہیں مثلاً حجر اسود کا واقعہ کہ وہ اس درجہ عجیب ہے کہ تا روز قیامت اسکی تعجب انگیزی برطرف نہیں ہو سکتی۔ اسیطرح گوشت قربانی پر منیٰ میں مکھیوں کا نہ بیٹھنا وغیرہ وغیرہ منجملہ ان معجزات باقیہ کے آنحضرت کے اصحاب کے معجزات اور اولیائے امت کی کرامات ہیں جن کے حصر و احصا سے دائرہ زبان قلم عاجز ہے علی الخصوص اگر اسمیں وہ معجزات بڑھا دیئے جائیں جو ائمۂ اہل بیت کے مشاہد مقدسہ سے ہر ماہ و سال میں اسقدر ہوا کرتے ہیں کہ انکی حد تواتر معنوی پر پہونچ گئی ہے اور کسی ملحد خبیث کی یہ طاقت نہیں رہی کہ انمیں کسی قسم کا طعن کر سکے۔ یہ سب معجزات درحقیقت آنحضرت کے معجزات باقیہ ہیں جو تا روز قیامت باقی رہیں گے۔ بخلاف دیگر انبیاء کے کہ یہ لوگ جیسے بعد کوئی باقی شے نہ چھوڑ گئے جو ان کے بعد ان کی نبوت پر دلیل ہو سکتی آئندہ نسلوں کے لئے مجھے قسم ہے اپنی زندگی کی اگر آنحضرت نے جن انبیاء کی تصدیق و ثبوت فرمائی ہے اگر ان کی تصدیق نہ فرمائی ہوتی تو ہمارے پاس ان پر ایمان لانیکی کوئی وجہ نہ تھی یہ امرامت محمدی کے بہت بڑے شرف و فضیلت سے ہے۔ (باقی دارد) (البیان)

میں کسطرح اور کیوں احمدی ہو گیا

۱۸۹۳ء میں جبکہ میری طالب علمی کا زمانہ تھا اونہی ایام میں مجھے ایک معمر بزرگ مولوی محمد بخش صاحب نقشبندی مجددی مشرباً و حنفی مذہباً ساکن جھنگ کی صحبت (جو رشتہ میں سگے ماموں تھے) صوفیان کرام پر بہت حسن ظن پیدا ہو گیا تھا لہذا انہی کے توسط سے حضرت خواجہ فقیر محمد نقشبندی مجددی تیراہی تم چوراہی سے بیعت ہوا اور صوفیائے کرام کی کتب کا مطالعہ شروع کر دیا جنہیں سے معلوم ہوتا تھا کہ مجدد وقت جسکو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں امام الوقت ۔ قطب الاقطاب کہتے ہیں وہ اسلام کی مدد و تجدید کیلئے ہر صدی کے سرے پر ظاہر ہوتا ہے اور اس کے اوصاف و محامد میں سے ایک یہ ہے کہ وہ صاحب علم لدنی ہوتا ہے اور اس کے زمانہ میں کوئی فرد دینی کمالات میں اوس سے بڑھکر نہیں ہوتا جیسا کہ عالم کی ظاہری روشنی کے لئے خداتعالی نے آفتاب بنایا ہے۔ ایسا ہی اہل عالم کی باطنی روشنی کے مجدد خداوند تعالی تعالی کیطرف سے مرسل اسلام ہوتا ہے اور پیغمبر خدا محمد مصطفے صلعم کے بعد قیامت تک مجدد سے کوئی صدی خالی نہ رہے گی چنانچہ پیغمبر خدا محمد مصطفے صلعم فرماتے ہیں ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا ۔ کذا فی ابو داؤد۔

ترجمہ۔ یعنے اس میری امت میں میرے بعد خداوند تعالے ہر صدی کے سرے پر ایک ایسا باکمال شخص بھیجتا رہیگا جو کہ اسلام کی تجدید کیا کریگا اور اسلام کو جس شکل پر میں خداوند تعالی کیطرف سے لایا تھا اوس اصل شکل پر لوگوں کو اسلام کے حقائق و معارف دکھا دیگا۔ محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں کہ دینی کمالات و فیوض کی ساری کنجیاں اوسکے ہاتھ میں دیجاتی ہیں اہل عالم کیلئے روحانی فیوض کا وہی ایک دروازہ ہوتا ہے دینی کمالات و فیوضات میں انسان اسی کے وسیلہ جمیلہ سے بہرہ ور ہوتا ہے اور اس کا منکر اسلام کے نور سے بے بہرہ رہتا ہے۔

الغرض مجدد اسلام جہان میں خلیفۃ اللہ ہوتا ہے جو ہر صدی میں خداوند تعالے کیطرف سے اہل عالم کیلئے اتمام الحجۃ اسلام کا زندہ نشان ہوتا ہے جب مجھے احادیث نبویہ و صوفیائے کرام کی کتب کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہو چکی کہ خداوند تعالی اسلام کی امداد کیلئے ہر صدی میں ایک عظیم الشان انسان مبعوث کرتا ہے اور وہ تجدید دین کا دعوے کیا کرتا ہے۔

لہذا یہ بات میرے دل میں کالنقش فی الحجر ہو گئی کہ اب چودھویں صدی کا ابتدا ہے اور زمانہ میں مجدد بالضرور موجود ہوگا۔ (باقی آئندہ)

پردہ پر ہزار ہزار بار بے نثار
بے پردگی پر خدا کی سنوار

تیری رسوائی کے خون شہدا دوڑے ہیں
دامن یار! خدا ڈھانک لے پردا تیرا

آجکل لوگ پردے کے سر ہیں۔ یہ تو ہم بھی نہیں کہتے کہ انکی عقلوں پر پردہ پڑگیا ہے۔ مگر مسلمانوں کی موجودہ حالت خصوصاً نفس ملی۔ طلب علمی۔ عدم پابندی مذہب اور مختلف المذاہب اقوام کے یکجائی تعلق سے اتنا ضرور کہتے ہیں۔ کہ یہ مستورات کی بے پردگی نہیں بلکہ اپنی اندرونی حالت اور یہی ہوئی حماقت کی قابل شرم پردہ دری ہے۔ افسوس ہے کہ غیرت اسلام۔ غیرت اسلام۔ شرم وحیائے دنیوی کو تو پردے بٹھانے میں عذر نہیں کرتے۔ لیکن بے پردگی بیہودگیوں کا دور دورہ ہے۔ انہیں بے پردہ کرکے شگفون باغوں سیدانوں میں کھلے موتہہ آزاد و ہو اکہلانا۔ بازاروں میں پھرانا۔ سوسائٹیوں کی محفلوں مجلسوں میں علانیہ شریک کرنا ضرور چاہتے ہیں گو مقابلوں میں ہاتھ ڈال کر نچانے کا ارادہ ابھی تک ان کے پردہ دل میں اندر ہی اندر جوش مار رہا ہے۔ جسے وہ خیال کرتے ہیں کہ رفتہ رفتہ اس کا بھی ظہور ہو جائیگا (یعنے جو شخص چاہے گا جس عورت کا ہاتھ پکڑ کر اٹھیے اور لمبی لمبی ٹانگیں اچھالنے کو آمادہ ہو جائیگا) انسانی صفات سے گذر کر حاضر و ہو یا دو یا لسننگو بنجائیگا۔

تمثیل میں روم۔ عرب۔ ملک ایران کو پیش کرتے اور کہتے ہیں کہ وہاں کیوں نہیں ایسا پردہ کیا جاتا جس کا ایک جواب ہمارے اوپر کے بیان سے ظاہر ہے۔ دوسرا یہ کہ وہاں کی پوشش لباس پر نظر عیب پوش اور تسلط ہفتوں کو دیکھو پاؤں سے لیکر سر تک چاہو کہ کوئی انکی جسمانی جھلک دیکھے کیا ممکن۔ پاؤں جرابیں۔ ہاتھوں کے دستانے۔ تہ پوشیوں کے اوپر چست پوشاک اور اس پر لمبا اوپ برقع۔ دنیا کی بادار و میدان تک کی ہوا نہیں لگنے دیتا۔ ناک سے تو بند۔ آنکھیں میں تو برقع کی باریک جالی یا نقاب سے مستور۔ یہاں تک کہ موتہہ کی بھاپ بھی برقع کے اندر ہی چکر کہا یا کرتی ہے۔ یعنے اس غریب ہوا کو بھی باہر نکلنا نصیب نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ہمارے ہندوستان کے آزادانہ ولولوں۔ وہاں کے خیالات۔ شرعی قانون اور ملکی رسوم میں زمین آسمان کا فرق۔ پس بے پردگی کے حامی ایس سے وہ لطف نہیں اٹھا سکتے جو ان کے ناعاقبت اندیش خیالوں اور خود غرضانہ ذہنوں میں سمایا ہوا ہے۔ وہ مغربی سوسائٹی کی طرز معاشرت اس کے کھلے بندوں برتاؤ پر لٹے ہوئے۔

اس کے اندرونی زہریلے اثر سے ابھی تک بچے ہوئے اور محض بیخبر ہیں۔ ہاں کچھہ خبر رکھتے ہیں تو صرف اتنی کہ ان کا ظاہری اخلاق ہمارے دلوں کو لبہاتے۔ اور ان کی صورت پاکیزہ صفائی اپنا ہمیں دامون غلام بنائے لیتی ہے۔ یہ یہ خواہشیں سب سے زیادہ انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو گدگداری ہیں جنہیں رشک ہے کہ جب تہذیب یافتہ خوش اقبال قومیں اپنی حور دش پری تمثال عورتوں کو بغلوں میں دبائے پھرتے ہیں۔ تو ہم بھی اپنی سیام برن کوا پریوں کو کیوں نہ پہلو بہ پہلو ساتھہ لگائے پھالر نا تے پھریں۔ یہ خبر نہیں کہ ایسے موقع پر کیسی کیسی پھبتیاں ہوتی ہیں۔ اگر ان میں ایک گورا ایک کالا ہے تو قمر در عقرب کی پھبتی اڑتی ہے۔ اور جو دونو گورے چٹے ہیں تو سارس کی جوڑی کہلاتے ہیں اور اگر دونوں کالے ہیں تو بھینس کے جھوٹے۔ کالی بلاؤں یا شب دیجو رسے تشبیہ جوڑی بنتی ہے کوئی دیلا ناگن کالہراتا ہوا جوڑا بھی کہدیتا ہے اگر ذرا غور سے دیکھا جائے اور اسلامی ملکوں سے مقابلہ کیا جائے تو ہمارے ملک کا یہ موجودہ پردہ اور لباس بھی کسیقدر بے پردگی سے کم نہ سمجھا جائے۔ مگر یہ بحث دوسری ہے جسے ہم کسی اور موقعہ پر چھیڑیں گے۔ جن ڈولیوں۔ جن رتھوں۔ جن گاڑیوں۔ جن سواریوں میں یہاں کی عورتیں باہر نکلتی ہیں وہ میدانی ہوا۔ قدرتی نظاروں۔ دلی تا زگیوں سے انہیں نہیں رہا یا بیا دہ پھر ان کے گہروں کے کھلے کھلے صحن ہی کولہو کے بیل کی طرح بات بات پر سیکڑوں چکر کہلا کر گھر بیٹھے کوسوں کی میل قدمی کرادیتے ہیں۔ اگر پردہ میں ایک عیب ہے تو بے پردگی میں ہزار عیب ہیں۔ جنکی تشریح پر ہمارا قلم نہیں اٹھہ سکتا۔ شرم اس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے اور حجاب تہذیب کا کوڑا دکہاتا ہے۔

یہ سب بہانے ہیں کہ عورتیں پنجروں میں بند رہتی ہیں۔ انکی صحت میں۔ انکی عقل میں۔ ان کے دماغ میں۔ انکی طاقت میں فرق آجاتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کسی صاحب نے سرکاری کاغذات سے اس امر کا حساب لگا کر دکھایا ہے کہ ہندکی پردہ دار عورتیں فیصدی اسقدر مرتی ہیں۔ اور باہر پھرنے والی فیصدی اسقدر زیادہ عرصہ تک زندہ رہتی ہیں۔ کیونکہ صحت کی نہایت اور اس کا معتدبہ نتیجہ یہی ہے۔ کیا کسی نے ثابت کیا ہے کہ گہر میں بیٹھے رہنے سے وہ سب کی سب کودن اور محض بیوقوف ہوجاتی ہیں۔ ہاں! انہیں جاہل بے شک کہ سکتے ہیں۔ سو یہ تمہارا اپنا قصور ہے جس حالت میں مرد بھی فیصدی نوتے بلکہ اس سے بھی زیادہ ان پڑھہ ہوں تو عورتیں کیونکر عالم فاضل ہوجائیں۔ البتہ تمہارے نزدیک گھر سے فاضل ضرور ہیں۔ اور تم اسی وجہ سے ان گھر کی بیٹھنے والیوں کو باہر نکالنا چاہتے ہو۔ اگر انصاف کرو تو ان کے دماغ میں خشکی۔ عقل میں

فتور آنے۔ کوسوں دور ہیں۔ انکی طاقت۔ انکے قوائے جسمانی اور قطرتی ساخت اعضا ئے کے موافق تم سے زیادہ ہے۔ اور اسی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر عورتوں کو عوارضات مخصوصہ پیش نہ آئیں تو وہ مردوں سے عمر میں بہت زیادہ بڑہ جائیں۔ اور غالباً اب بھی انکی عمر مردوں کی اوسط عمر سے زیادہ ہوتی ہے۔ جسقدر عورتیں بڑی بڑی عمر کی دکھی اور سنی جاتی ہیں مرد نہیں سننے میں آتے۔ انکے ماسوا عورتوں کی پیدائش اور تعداد بھی مردوں سے از روئے قیاس تجربہ مردم شماری بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ انہیں جو قدرت نے مادہ انوثت فرمایا ہے وہ زائل نہیں ہوگا۔ اور مردوں میں سے ان کی بے اعتدالیوں کے سبب مادہ رجولیت کمزور اور کم طاقت ہوجاتا ہے۔ غرض ہماری رائے میں تمام فتنوں کی جڑ۔ تمام خرابیوں کی سید۔ تمام فساد وگمی منبع۔ اگر ہے تو یہی بے پردگی ہے۔ جنپر نئے تعلیم یافتہ ولدادہ اور فریفتہ ہیں۔ چنانچہ اس کا ثبوت ان مغربی قوموں سے جنمیں مطلق پردہ نہیں اور اس کے بجائے آزادی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ بخوبی ہو سکتا ہے بلکہ آئے دن اخبارات میں اس امر کا چرچا دیکھا جاتا ہے۔

ہم سے سنو! شوخ چشمی کس سے آتی ہے؟ بے پردگی سے۔ عیاری کون سکہاتا ہے؟ بے پردگی خودنمائی وخودبینی کا مزا کون ڈالتی ہے؟ بے پردگی۔ زیب وزینت کا خرچ کون بڑہاتی ہے؟ بے پردگی۔ غیرت کون اٹھاتی ہے؟ بے پردگی۔ خانہ داری اور سوسائٹی کے اخراجات کس سے زیادہ ہوتے ہیں؟ بے پردگی سے۔ ایک آنکھہ کی چار آنکھیں کون کردیتی ہے؟ بے پردگی۔ اولاد کی الفت خاندانوں کی محبت کون گھٹا دیتی ہے؟ بے پردگی۔ قوائے شہوانی کو کون ابھارتی ہے؟ بے پردگی جنون اور عشق کی بنیاد کس سے پڑتی ہے؟ بے پردگی سے بسے ہوئے گھروں کو کون اجاڑتی ہے؟ بے پردگی۔ فضول خرچی کون سکہا کر قرضدار بناتی ہے؟ بے پردگی۔ غرض جہاں تک دیکھوگے اس بے پردگی کی خراب ہی خراب نتیجے نظر آئیں گے۔

یہ تو بے پردگی کی کیفیت ہوئی۔ اب ذرا پردہ کے فائدوں پر بھی نظر ڈالئے۔ بخوف طوالت اختصار کو مد نظر رکہنا چاہتا۔ مگر العاقل تكفيه الاشارة سمجھدار کے واسطے یہی کافی ووافی ہے۔

پردے سے بہتر عیب پوش۔ ہنر نما وقار افزا۔ صحت بخش۔ تندرست رکھنے والا۔ امن وامان سے بسر کرانے والا۔ استحفاظ نسب وقیام خاندان کا سبق پڑہانے والا۔ جزرسی سکہانیوالا۔ چین چان سے گذارہ کرانے والا۔ تنہائی اور لطف وحدت کا ذائقہ چکہانے والا۔ محافظ جان ومال عسرت وتنگی میں بھرم رکھنے والا۔ ہم چشموں میں اعتبار بڑہانے والا۔ حد اعتدال سے باہر نکلنے نہ دینے والا تھوڑی سی آمدنی میں نباہ کر کے دکہانے والا۔ ہر ایک

بلا واقفیت بچانے رکھنے والا۔ خانہ داری کو شغلوں بچوں کی پرورش میں مصروف رکھنے والا کفایت شعاری سکہانے والا۔ گر دنیا میں کوئی صادق ہمدم اور سچا ساتھی ہے تو وہ بھی پردہ مستورات ہے۔

خدا تعالےٰ نے ہر گرستنوں کو پردہ میں رکھ کر گھر سنبھالنے اور اس کا انتظام کرنے کیواسطے پیدا کیا ہے اور مردوں کو باہر پہرنے کی ہوا کہلانے۔ انہیں سخت محنتوں سے بچانے کے لئے مخلوق فرمایا ہے

اگر عام طور پر قدرتی لحاظ سے دیکھا جائے تو قدرت نے بھی پردہ کو پسند کیا ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ پردہ اور پردہ داری سب سے اعلے اور عمدہ مخلوق وانسانی صفت ہے۔ بلکہ اگر اپنے رب المعبود خالق کل کائنات پر محققانہ نظر ڈالو اور عارفانہ آنکھوں سے دیکھو تو وہ بھی اپنی صفات سے نمایاں مگر ذات سے پنہاں ہے۔ کسی نے اسے اللہ کہہ اور کسی نے اکار کے نام سے پکارا ہے بلکہ جو اس کا محرم بننا چاہتا ہے وہ بھی ایسا الوپ ہو جاتا ہے کہ قدرت کو نظر آتا ہے نہ دون کو دکہائی دیتا ہے۔

این مدعیان در طلبش بیخبر اند
کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

اسمیں شبہ نہیں کہ ہماری موٹی نظریں۔ ہماری غبار آلودہ آنکھیں اوس جوہر بسیط کے دیکھنے اوس لطیف وپاک کے پرکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ مگر وہ ایک ہیں کیا۔ اعلے سے اعلے دوربین اور عنقا پرواز نظروں کو بھی ہکا بکا اور متحیر کردیتا ہے۔ وہ تو وہ۔ سورج جو دن بھر اپنی روشنی سے تمام عالم کو نور بخشتا ہے۔ رات کو ان کا پیٹ سمجہ کر وہ بھی پردہ میں جا چھپتا ہے۔ کیونکہ ہماری نظروں سے غائب ہونا اور پردہ میں جا چھپنا ایک ہی بات ہے۔ نباتات میں دیکھو تو کوئی بیج ایسا نہیں جو پردہ سے خالی ہو۔ کیونکہ اس کی حفاظت ہی پردہ پر موقوف ہے۔ اگر بیج کے اوپر پوشش نہ ہو تو اسکی قوت کبھی محفوظ نہ رہے۔ درختوں پر نظر ڈالو تو وہ بھی چھال کا لبادہ پہنے کھڑے ہیں۔ پھلوں کو دیکھو تو وہ بھی پوست سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ کسی کے اوپر خول ہے کسی کے اوپر چھلکا ہے کسی کے اوپر گٹھلی ہے غرض پردہ ضرور ہے۔

جمادات کو خیال فرماؤ کہ ہیرے نے یاقوت زمرد نے۔ نیلم نے۔ لعل بے بہا نے۔ نور نے پکھراج نے کیسی کیسی گہری کانوں میں جاکر اپنے آپ کو چھپایا ہے۔ پہاڑوں کے نیچے دبا مستور رکھا۔ مگر ازخود باہر نکلنا اور اپنے جوہر کو عام کردینا۔ یا خلائق کی زبان سے داغ وجرم کا عیب سننا پسند نہ کیا۔ یعنے اپنے جسم میں بال کہلانے کو بھی دبال جانا۔ اور جہاں تک بنا اپنے آپ کو مخفی ومحجوب رکھا۔ جب تک

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر۔

اور تم میں سے ایک گروہ کو ایسا ہونا چاہئے کہ لوگوں کو نیک کام کی رغبت دلائے، اچھی باتوں کا حکم دے، بری باتوں سے روکے۔

وما کان المؤمنون لینفروا کافة فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین۔

تمام مسلمان تو اکٹھے کوچ نہیں ہو سکتے لیکن یہ تو ہونا چاہئے کہ ہر گروہ میں سے کچھ لوگ آمادہ ہوں کہ دین میں تفقہ حاصل کریں۔

(۱۰) ہر زمانہ میں ایک گروہ ایسا ہوتا رہا ہے جس کی یہ رائے ہے کہ انسانوں کے افراد میں جو اختلاف مراتب ہے یہ مٹا دیا جائے، یورپ میں انارکسٹ، نہلسٹ وغیرہ اسی خیال کے لوگ ہیں، لیکن یہ درحقیقت اصول فطرت کے خلاف ہے، اور اگر اس پر عمل کیا جائے تو ہر قسم کی ترقیاں ذخیرہ رک جائیں، اسلام نے اس کا فلسفہ ان لفظوں میں ادا کیا۔

نحن قسمنا بینهم معیشتهم فی الحیوة الدنیا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات لیتخذ بعضهم بعضا سخریا۔

ہم نے دنیا میں انسانوں کی روزی ان کے باہم تقسیم کی ہے اور ایک کو ایک پر ترجیح دی ہے تاکہ ایک گروہ دوسرے کو اپنے کام میں لائے۔

الندوہ

خالق اور مخلوق

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ہر کہ عدم آورد و ما را در وجود

یہ بات علوم متعارفہ سے اچھی طرح ثابت ہو چکی ہے کہ کل کائنات کے جز و کل اور موجودات عالم کے اصولی اور فروعی اسباب کا تعلق اسی معبود حقیقی کی ذات واحد سے متعلق ہے جس کو دنیا کے مختلف گروہوں نے اپنے اپنے آئین اور رواج کے موافق یا اللہ اور خدا وند سمجھا ہوا ہے۔

بنی نوع انسان کے سوا ہزاروں بلکہ کروڑوں اقسام و انواع کی مخلوق اطباق ارض و افلاک میں موجود ہے جنکے طبعی اور فطری اختلافات سے اس خالق بے مثال اور معبود لا یزال کی قدرت کاملہ کا پتہ لگتا ہے اس ذات واحد کے سوا عالم ایجاد کی تمام موجودات مخلوق ہی مانی جاتی ہے جو انواع و اقسام کے صوری و معنوی اوصاف و خواص سے مرتب و مرکب ہے۔

اگر تعصب و بے پروائی کی عینک اتار کر عقل سلیم کی روشن آنکھ سے اس دلفریب منظر مخلوق کا نظارہ کریں تو اسکی ازلی اور ابدی نعمتیں اور لازوال دولتیں تمام عالم پر بسیط نظر آتی ہیں۔

اسکی فیاضیوں کے تسلسل اٹھارہ ہزار عالم بلکہ تحقیق جدیدہ اس سے بھی زیادہ عالموں پر بسیط و محیط ہو رہے ہیں اس کے غیر منتہی خزانے سارے مخلوق کیلئے دوامی طور پر کھلے ہیں اور کھلے رہیں گے اس کے مستقل قوانین قدرت تغیرات کی ضرورت و احتیاج سے مستغنی ہیں جن کے انتظامی محکمہ کو اس سے بہتر کسی سند کی ضرورت نہیں ہے۔

وہ بیکروں اور بے عدد برائی منور شمع آفتاب کی روشن کرتا ہے اسکی رحمتوں کے بادل ایک دنیا کی نشیب و فراز کو سیراب کرنے کیلئے موجود ہیں گرہ زمین کو طلاطم انگیز سمندر یا زندگی مخلوق کا سرچشمہ ہے اسکی محیط بادشاہی سے تنگ اور وسیع مقامات میں برابر لہریں مارتا ہے۔ اجرام فلکی کی حیرت انگیز انجمن یا بزم انجم کی درخشاں مجلس یہ گلشن ہستی کے بیشمار انوار قدرت کے دلکش اور دلفریب منظر ہیں۔ مخلوقات و کائنات کیلئے رونق افزا ہے عالم کے یہ سارے ہی وہ آنکھ اور دل جوان جو اپنا نظاہر دنیا کو دیکھ دیکھ کر ماسوا خالق جہان جان آفرین کے اکرام و افضال کا سچا معترف نہ ہو سکا، زیادہ قابل شکر وہ سپاس ہے کہ اس معبود یگانہ نے اسپر رتبہ دیکر تمام کرہ مخلوق عالم کے ایک متبحر اور محترم گروہ انسان کیلئے پیدا کئے اور انسان کو عقل و دانش، ادراک اور امتیاز جو قیمتی بیش قیمت اور گرانمایہ عطیات عطا فرما کر تمام موجودات پر شرف و افتخار کا جائز مستحق بنایا اور اپنی بزرگی اور قابل فخر خلافت کا ممتاز منصب عطا کرنے سے حضرت انسان کو مختلف طور پر مخلوق آفاق سے خدمات لینے کیلئے مخدوم ثابت کیا۔ وحوش طیور چرند و پرند سب پر قابو عطا کیا۔

اوراق افلاک سے لیکر اطباق ارض تک عالم اسباب کا تمام ساز و سامان بحیثیت مجموعی انسانی ضروریات بہم پہنچا یا موسموں کا تغیر بہار سے ہے ہزاروں طرح کی روحانی مسرتوں اور جسمانی آسائشوں کے حصول انعام پر مبنی ہے۔ ابر کی باراں بالی کی طغیانی دہوپ کی گرمی شمسی کی حدت ہوا کا چلنا شبنم کی عرق ریزی نیلی و نیاری کی نمود اور اسکی مختلف کیفیتیں جو ہر ایک سنت پر ان میں تغیرات اوقات کی وجہ سے ظاہر ہوتی رہتی ہیں اسکی شہود قدرت کے ساتھ ضروریات انسانی ہی کے انصرام کا سامان ہیں۔

ابھی صبح کی سویرا ہوا دوپہر ہوئی دن ڈھلا شام ہو گئی رات آئی پھر صبح موجود ہے یہ تمام باتیں ایسی ہی ہیں کہ دینی دنیاوی حصول مقاصد کے خوب سے خوب گرانمایہ انعامات لا متناہی اور بے شمار انکی قدرت کے ہمیشہ بھرپور رہنے والے گنجینوں سے مستفید ہونے کے لائق بنایا اور نیز سب کو زمین کے وسیع فرش پر لاکھوں طرح کی نعمتیں اور دولتیں اور ان کے امتیاز مقاصد کے ذرائع ہم کو عطا کئے اس نعمت کی بابت بہت کچھ قابل افسوس ہے جو ان تمام اکرام خداوندی کی پس پشت ڈالکر فرائض انسانی کی تکمیل اور امور سعادت کی تکمیل سے فارغ ہو کر بیٹھ رہے۔

دو باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

مذکورہ بالا قطعہ میں "تا نانے بکف آری و بغفلت نخوری" کا مضمون بہت کچھ قابل لحاظ و غور ہے۔ ایشیا کے اس فاضل اور بزرگ فلاسفر (سعدی) نے معاش و معاد کے وسیع مضمون اور خالق و مخلوق کے گہرے تعلقات کو اپنی سحر نظامی اور فصیح البیانی سے ایسے نادر اور سلیس پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ جس سے بہتر کوئی طریق ایسے اختصار کے ساتھ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ بیشک جہانتک خیال کیا جائے انسان کیلئے باعتبار بشریت یہ دو ہی باتیں دینی و دنیاوی طور پر زیادہ مفید اور قابل لحاظ ہیں اس خالق حقیقی کو اپنے سچے دل سے خالق واحد سمجھے بغیر ہماری زندگی کا ایک منٹ بھی آسودگی سے نہیں گذر سکتا جب تک سچے دل سے ساتھ مدارج معبودیت خالق ذوالجلال تسلیم کئے جائیں کوئی انسان دنیا میں سچا سکون دل اور روحانی تسکین حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اسیطرح دین و دنیا کا تعلق بھی مخلوق کے ساتھ وابستہ ہے جسکی وابستگی نے ان دونوں میں کچھ ایسی مشترکہ فضیلت پیدا کر دی ہے جس سے ایک کو چھوڑنے سے دوسرا بھی قائم نہیں رہ سکتا

"دین و دنیا" کا جملہ اگر پھیلا دیا جاوے تو خالق و مخلوق کے نسبتی مفہوم کا ایک لطیف پیرایہ ہے دنیا میں ایسے لوگ بہت کم نکلیں گے جو اس معبود واحد اور خالق عالم کی ذات و صفات سے کلیتہ منکر ہوں مختلف مذاہب و مخلوق کے فروعی اختلافات کو چھوڑ کر اگر دیکھا جائے تو ماننا ضرور پڑتا ہے کہ ہر ایک گروہ میں اپنے اپنے طریق و آئین کے مطابق اس خداوند برتر یا د کا خیال کم و بیش ضرور موجود ہے۔ بساط ارض کی کئی کروڑ مخلوق انسانی مختلف اقطاع زمین پر اپنے متفرق طریق سے اسکی ایزد پاک کی یاد میں گمن یا مجاتی ہے ناقوس دیر کی شورش اللہ اکبر کی صدائیں، کلیسا کی گھنٹوں کی آوازیں سب اسی معبود خالق کے پرسوز سازوں کے ترانے ہیں۔ کوئی شخص اگر محض اپنی ہی قوت ادراک سے اس ذات بیچون وچرا کی غیر محدود و مرموز قدرت کو اجمالاً یا تفصیلاً سمجھنا چاہے تو وہ کوئی گم ہو کر رہجاتا ہے اسی کے لا انتہا کوزمین و اسرار کبریائی کو احاطہ قیاس و خیال میں لینا مخلوق کی امکان سے بعید ہے۔ سچ ہے۔

قیاس تو بر وے نگر دو محیط

بفرض محال کوئی انسان اگر سنگ سے منکر اور ملحد کے لمحدین کر اپنے الحادی موضوعات سے اس خالق بے ہمتا کے ازلی تعلقات کو توڑنا چاہے تو یہ کام اس کے بس کا نہیں انسان خواہ کیسا ہی نکتہ رس کیوں نہ ہو عالم ایجاد کے جزئیات پر عقلاً کیسا ہی حاوی ہو مگر اسکی کنہ ذات اور اسرار صفات کے جاننے سے عاجز و قاصر ہے وہاں ادراک و تفاہم پامال ہو کر رہجاتے ہیں۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
مجلس تمام گشت و بپایان رسید عمر
ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

لیکن تو بے بشری کی اس کمزوری نے کے ساتھ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ انسان اپنی محدود و تخیل کی رسائی سے اس معبود پاک کو سرے ہی سے چھوڑ بیٹھے آدمی بالطبع خلقی طور پر ضعیف الادراک پیدا ہوا ہے مشکلات کی گھبرا دینے والی یورشیں اور دنیا کے فوری مصائب اور تغیرات کی بے چین کرنیوالی حالتیں جب کبھی اسپر مسلط ہو جاتی ہیں تو یہ خود بخود اور بے ارادہ اضطراری کیفیت سے ایک پوشیدہ اور نہ دیکھی ہوئی شے کی طرف جھکنے لگتا ہے۔ دراسل کا کمزور دل جب اپنی مایوسانہ اور مضطربانہ کیفیات کے ساتھ چاروں طرف سے اضطرار و اضطراب ہی کے اسباب اپنے آس پاس معلوم کرتا ہے تو ایک زبردست غیبی طاقت اس کو اپنی طرف کھینچتی ہے انہیں اسباب کے سبب کو ہم اپنے تفلسف کے اعتبار سے معبود حقیقی اور خالق واحد ماننے پر مجبور ہیں۔ ع

کب سلیقہ ہے فلک کو ستمگاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

ہمکو بیان کردہ مخلوق کے ان ناعاقبت اندیش اور بے باک اشخاص "نمرود" "فرعون" وغیرہ پر بہت تعجب ہوتا ہے جنہوں نے بزعم باطل صرف اپنی جسمانی طاقت اور جابرانہ حکومت و حشمت کے خیال سے "نعوذ باللہ" خود خدائی کا دعوی کیا تھا اور باوجود اپنی تمام بشری مجبوریوں کے پکار اٹھے کہ ہم رب اعلی ہیں، کمبخت صرف رب ہی نہیں بلکہ رب اعلی بنے۔ لیکن آخر وہ انسان ہی تھے بھوک اور پیاس کی برداشت وہ نہ کر سکتے تھے زمین سے اناج وہ نہ پیدا کر سکتے تھے، آسمان سے پانی وہ نہ برسا سکتے تھے زندہ کو مردہ مردہ کو زندہ کرنا ان کے امکان سے باہر تھا بے شبہ انہیں چین نہ آتا تھا۔ مگر کیسی حیرت کی بات ہے کہ ان تمام انسانی اور مخلوقی ضروریات کے ساتھ انہیں خالق و معبود بننے کا بیہودہ اور ناجائز شوق بھی چرایا۔ ع

نالے کہنا دوست کو دلدار بھی عیار بھی
انتحار یار کا اقرار بھی انکار بھی

حق تو یہی ہے کہ ہر حالت میں اس خداوندی جلال اور کبریائی کمال کے سامنے عجز و انکساری کا مستحق ہے اور یہ شان عبودیت اس کیلئے مناسب ہی نہیں بلکہ لائق ہے۔ ع

بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش
عذر بدرگاہ خدا آورد

ہر ایک مصیبت اور صعوبت کے وقت خود کو اس کے سامنے صابر و شاکر بناکر پیش کرنا انسان کا ایک سب سے پہلا اور ضروری فرض ہے اور واقعی یہ اوصاف بندگی اور بیچارگی اسکی عین منشا اور مرضی کے مطابق ہے کہ بندہ ہر حالت میں اسی کا ممنون احسان اور مشکور الکلام رہے۔

ا۔ الکاشف م

باقی آئندہ

دنیائے اسلام کے متعلق نوٹ اور خبریں

آنریبل محمد شاہ دین اور انجمن حمایت اسلام لاہور

انجمن حمایت اسلام لاہور نے آنریبل میاں محمد شاہ دین صاحب کی خدمت میں ایک درخواست ممبر انجمن ہونے کے لئے بھیجی تھی جسے انہوں نے نہایت معقولیت سے رد کیا ہے۔ افسوس ہے کہ ہم عدم گنجایش کیوجہ سے وہ کل وجوہات درج نہیں کر سکتے۔ لیکن اتنا ضرور کہیں گے کہ آنریبل میاں شاہ دین صاحب کچھ شک نہیں اخلاقی جرأت سے کام لیا ہے ہمارے ناظرین اس نام سے ناواقف نہیں یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا خیال ہے یورپ کے اثر سے متاثر ہو کر ارکان اسلامی پر بعض ترمیمیں پیش کرنے کی ضرورت محسوس کی تھی۔ علما کا فرض تو یہ تھا کہ معقولیت اور متانت سے انکو انکی غلطیوں پر متنبہ کرتے مگر بعض پرجوش اہل قلم نے اپنے زور قلم کو بجائے ارکان اسلام کی فلاسفی دکھانے کے اس امر میں صرف کیا کہ مسٹر موصوف کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا جاوے وہ باتیں جو مسٹر موصوف نے ظاہر کی تھیں انجمن حمایت اسلام کے کالج میں ڈاکٹر سید احمد خاں صاحب کی برسی پر ہی ظاہر کی تھیں۔ لیکن باوجود اسی خیال کے انجمن نے انہیں اپنا ممبر بنانا ضروری سمجھا اور اپنی اخلاقی جرأت کی وقعت کو ایک حد تک کم کیا ہے ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ مسٹر شاہ دین جیسے آدمی کو تو انجمن اپنا ممبر بنانے کے لئے ہر وقت آمادہ ہے لیکن ایک احمدی کو احمدی کی حیثیت سے وہ انجمن میں نہیں لے سکتی۔ لیکن ہم مسٹر شاہ دین کی تعریف کرتے ہیں کہ انہوں نے انجمن کو اپنی اس کمزوری پر نہایت ہی لطیف پیرایہ میں آگاہ کیا ہے اور انہوں نے ان وجوہات میں سے آخری اور چبھتی وجہ یہ لکھی ہے "کہ میں آپکے حفظ کے مطابق ممبر انجمن نہیں بن سکتا جبتک کہ انجمن کا ممبر نہ ہوں اور میں انجمن حمایت اسلام کا ممبر کیونکر ہو سکتا ہوں جبکہ بعض پارسا مسلمان صوم و صلوٰۃ کے پابند اور جبہ اور عمامہ پہننے والے اخبارات میں نہایت متانت اور دلسوزی کے ساتھ یہہ تجویز کر رہے ہیں کہ مجھکو دائرہ اسلام سے خارج کیا جاوے ایسی صورت میں اگر مجھ کو ممبر انجمن بنا کر ممبر انجمن بنایا جاوے تو آپ کی دیندار انجمن پر بے دینی کا الزام عاید ہو گا۔ جس سے خدا آپ سب کو محفوظ رکھے"۔

انجمن کا فرض ہے کہ وہ اپنی پوزیشن صاف کرے۔

عازمان حج کو ریلوے کنسشن (رعایت کرایہ) ضرور ملنی چاہیے

روزانہ پیسہ اخبار نے یہ قابل قدر تحریک کی ہے کہ عازمان حج کو بندرگاہ روانگی تک ریلوی سفر میں رعایت کرایہ دیجاوے۔ افسوس سے کہنا جاتا ہے کہ مسلمان اخبارات نے اس تحریک کی کماحقہ تائید نہیں کی جو ہمارے نزدیک قومی گناہ ہے۔ فی الحقیقت یہہ حیرتناک بات ہے کہ حکام ریلوے مسلمانوں کی اس عظیم الشان قومی و مذہبی تقریب پر انہیں اس رعایت سے بہرہ مند نہ کریں جس سے تمام قومیں ہمیشہ فائدہ اٹھاتی ہیں۔ تمام اسلامیہ انجمنوں اور مسلمان اخبار کا فرض ہے کہ اس تحریک کیلئے بقدر امکان سعی کریں اور حاجیوں کے لئے اس رعایت کو منظور کرائیں۔

*

بات میں بات یا احمدیوں کو بھی رعایت ملے

سلسلہ عالیہ احمدیہ اب کوئی غیر معلوم اور گمنام سلسلہ نہیں رہا بلکہ اس کی صدائیں ہندوستان کی وادیوں سے نکل کر کوہستان کابل میں گونجتی ہوئیں شام اور عرب تک جا پہونچی ہیں۔ اور پھر سویز سے نکلی ہوئی مصر میں سنائی دیتی ہیں اور دوسری طرف انگلستان اور امریکہ اور آسٹریلیا میں تو پیغام حق جا پہونچا ہے۔ ہندوستان و پنجاب میں روز افزوں ترقی ہے۔ اس سلسلہ کے لوگ سال میں تین مرتبہ کم از کم اپنے مرکز دار الامان قادیان میں جمع ہوتے ہیں اور ایام کرسمس میں تو قادیان میں ایک جلسہ ہوتا ہے جو سالانہ جلسہ کہلاتا ہے۔ اس لئے ہم ریلوے اتھارٹیز سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہماری قوم کو بھی ایام کرسمس میں رعایتی شرح سے مستفیض ہونے دے۔ دراصل ریلوے اتھارٹیز تو اس درخواست کو امید ہے منظور کر لیں گی لیکن اس کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ قادیان میں ایک منتظم کمیٹی ہو جو ایسے امور کا انصرام کرے۔ اگر ہماری قوم اس ضروری امر کی طرف توجہ نہ کرے گی تو اپنا ایک جائز حق کھو دیگی۔ چونکہ وہ ایام قریب آ رہے ہیں اسلئے ایک منتظم کمیٹی قایم ہو کر ابھی سے انصرام کرے اگر ایسی تجویز مفید ثابت ہو تو قوم اپنے ایجوکیشنل فنڈ کو مدد کے لئے ایک خاصہ فنڈ نکال سکتی ہے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ ایسی باتوں کو بے پرواہی سے ٹالدیا جاتا ہے۔

+

مسلمانوں کی آئندہ حالت

مسٹر کرون امریکن مسلم نے مختلف ممالک اسلامی کی سیاحت کر کے ایک پر معنی مضمون اخبار وی کیف میں شائع کرایا ہے۔ اس میں مسلمانوں کی آئندہ حالت پر نہایت معقولیت سے نظر ڈالی ہے اس لئے اس کا ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

میں چالیس سال تک دین اسلام اور اہل اسلام کے متعلق کتابوں کے ذریعہ سے اپنے معلومات بڑھاتا رہا۔ اسی شوق نے مجھکو امریکہ سے لیجا کر آستانہ میں پہونچایا۔ میں وہاں ایک عرصہ تک مقیم رہا۔ اس کے بعد میں نے مراکش الجزائر ٹونس وغیرہ کی سیاحت کی۔ میرا ارادہ تھا کہ میں مصر اور ملک عرب کی بھی سیر کروں لیکن کئی مجبوریاں لاحق ہو گئیں جس سے نہ جا سکا ان ممالک میں مجھکو اہل اسلام کی اچھی طرح حالت دیکھنے کا اتفاق ہوا اور اس دین سے بھی مجھ کو واقفیت تامہ ہو گئی۔ دین اسلام بری باتوں کے روکنے اور بھلی باتوں کو رائج کرنے کا حکم دیتا ہے اس کے تمام قاعدے حسن معاملت اور نیک نیتی پر مبنی ہیں دنیا اور عقبی دونوں کی بھلائی کا راز اسمیں ہے۔ اور اس کے پاک اصول دنیوی اور اخروی فلاح کے سچے ذمہ دار ہیں۔ مسلمان جو اپنے دین کے اصول کا پابند ہے اپنے عزیز و اقربا اپنے ہمسائے اپنی قوم اور ملک کی نفع رسانی کے لئے کاروبار کریگا۔ وہ ہمیشہ خلق اللہ کو آرام و راحت پہنچانے کی کوشش کرے گا وہ ہمیشہ انکو ترقی دنیا و دین کے مدارج پر پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ یہ سنکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ پھر کیوں آج تمام اقوام دنیا کی نسبت مسلمان پستی کی حالت میں ہیں اور غیر قوموں کے مقابل میں بالکل حقیر اور ذلیل ہو رہے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک قوم جو اعلے درجہ کا کمال حاصل کرتی ہے پھر اسکو زوال بھی ہو جاتا ہے کسی زمانہ میں مسلمانوں نے ایسی ترقی حاصل کی تھی کہ جس کی نظیر نہیں مل سکتی اس کے بعد خمول اور غفلت ان میں آ گئی جسکا نتیجہ یہ اب بھگت رہے ہیں مگر میں یقیناً کہتا ہوں کہ چونکہ اس دین کے اصول نہایت اچھے ہیں۔ حب وطن قوم اور ملک کے حقوق کا اس میں نہایت اچھی طرح سبق پڑھایا گیا ہے اس لئے مسلمان آئندہ زمانہ میں بہ نسبت تمام اقوام دنیا کے زیادہ ترقی یافتہ ہوں گے۔ جس طرح کہ اب سے چند صدی پیشتر تھے۔ اسوقت اون میں جو لیڈر ہیں انکا عملی طریقہ بہتر اور ہموار نہیں بلکہ صرف زبانی نصیحتیں کرتے ہیں جسکا بہت کم اثر پڑتا ہے۔ اگر اسوقت انکے سامنے ترقی کی صورتیں عملی طور پر پیش کی جائیں تو اون کا ترقی حاصل کر لینا کچھ مشکل نہیں۔ اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ سلطان المعظم حجاز جا کے معززین اہل اسلام کو حج کے موقعہ پر مدعو کریں اور تمام اطراف عالم کے سربرآوردہ اہل اسلام وہاں جمع ہو کر ایک متفقہ سرمایہ جمع کریں جس سے تعلیم اور تجارت کی ترقی کی راہ پیدا ہو جو انکی ترقی کی شکل ہے۔ (الہلال)

محمد شوادبی پاشا:۔ خدیو معظم نے بجائے رفعت پاشا مرحوم کے محمد شوادبی پاشا کو مجلس شوریٰ قوانین میں مقرر فرمایا۔ اور مسٹر ولیم جارسن کو نظارہ کا ہشنام و نگران مقرر کیا۔

+

(الحکم)

ممکن ہے یہہ تجویز مسلمانوں کی بہتری اور بھلائی کے لئے مفید ہو لیکن جہاں تک تجربہ ہمیں سبق دیتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی ترقی انکی بہتری اور بھلائی کے لئے اگر کوئی سبیل اور علاج ہے تو وہ ایک اور صرف ایک ہی ہے یعنی حبل اللہ کو مل کر پکڑ لینا یا بالفاظ دیگر یوں کہو کہ قرآن شریف کی طرف توجہ کرنا اور ایک امام کے ماتحت رہنا۔ جب تک یہ باتیں پیدا نہ ہونگی ہمیں اندیشہ ہے کہ مسلمان ان خیالی تجویزوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے حقیقی راہ تو یہی ہے جسپر صحابہ نے عمل در آمد کر کے دکھا دیا کہ ہاں یہی راہ مفید اور نفع رساں ہے پس اگر کوئی ترقی کی تجویز مسلمانوں کے لئے نافع اور کار آمد ہو سکتی ہے کہ قرآن و سنت پر یہہ لوگ پنجہ ماریں اور اسکے لئے وہی راہ ہے جو خدا تعالے کے مامور و خلیفہ نے دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ پس اس کے دامن کو پکڑو اور اس کے پیچھے چلو کہ خیر و برکت اسی میں ہے۔

+

سال گذشتہ حجاج پر جو سختیاں ہوئیں اونکا حال

سننے سے سلطان المعظم کو کمال رنج ہوا۔ اس سال جلالت مآب نے ایسا انتظام فرمانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ حجاج کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو چنانچہ ابھی سے غیر معمولی فوج حجاج کی حفاظت کے لئے مکہ و مدینہ کی طرف روانہ ہو رہی ہے۔

*

اللواء کا ایڈیٹر:۔ اللواء کے ایڈیٹر نے آنریری پولیٹکل خدمات سے قطع تعلق کر لیا۔ اور اس درمیان میں آستانہ سے خدیو کے پاس ایک اہم مراسلہ بھیجا جس کی نسبت اخبارات میں بڑی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ مگر ایڈیٹر مذکور کے اس مراسلہ سے جو ہمارے نام آیا ہے۔ اس کی صاف نیت کا پتہ لگتا ہے۔ وہ ملک اور قوم کی خدمت کرے گا۔ اس لئے صرف اسوجہ سے قطع تعلق کیا ہے کہ وہ جو مضامین مصری حکومت کے موافق لکھے وہ مشکوک نہ قرار دئے جائیں۔ اور بے لاگ ہوں۔

حکیم الامت کے ارشادات

خدا تعالیٰ نے کئی چیزین یعنے دی ہوئی قوتین الگ الگ رنگ رکھتی ہین پر وہ آپسمین ہرگز متخالف نہین۔ مثلاً کان سے ہم بات سنتے ہین پر آنکھ کو اوس سے کوئی سروکار نہین۔ کان کہتا ہے کہ یہ آواز عمدہ اور سریلی ہے یا بری اور بےسرائی ہوئی ہے پر آنکھ اسمین کوئی فیصلہ نہین کرتی۔ آنکھ کسی چیز کو خوبصورت یا بدصورت دیکھتی ہے پر کان کا اسمین کچھ دخل نہین۔ علی ہذا القیاس ناک خوشبو یا بدبو کو محسوس کرتا ہے پر نہ اس سے آنکھ اور کان کا کوئی واسطہ ہے اور نہ اوس کو آنکھ اور کان سے کوئی تعلق ہے۔ اسیطرح قوت ذائقہ اور قوت لامسہ کیسی ہی آپسمین جھگڑا ہرگز واقع نہین ہو سکتا۔ پھر عقل بھی اسیطرح کی ایک طاقت ہے وہ ان کے خلاف کیونکر ہو سکتی ہے۔ وہ بھی دید۔ شنید۔ ذوق۔ شم۔ مساس۔ وغیرہ کے خلاف کوئی فیصلہ نہین دے سکتی۔

اسیطرح فطرۃ یعنی وہ سب قوتین جو عطیات رب العالمین ہین اور کسیطرح یہ آپسمین متخالف نہین ہو سکتے۔ پس عقل بھی خدا کی بنائی ہوئی اور دی ہوئی طاقت ہے۔ اور سنن اللہ بھی اوسی خدا کی بنائی ہوئی چیزین ہین۔ پس ان کا آپسمین کوئی جھگڑا یا تناقض ہرگز نہین ہو سکتا۔ پھر یہ کہنا کہ قرآن کریم کے بعض مسائل عقل کے خلاف ہین محض غلطی اور نادانی ہے جس کو ہم ہرگز مان نہین سکتے۔

مثلاً آنکھ نے دیکھا کہ یہ دیوار ہے۔ مساس نے مس کیا کہ یہ مضبوط ہے۔ کھٹکھٹانے سے کان نے سن لیا کہ یہ ٹھوس ہے۔ سونگھنے سے معلوم ہوا کہ مٹی کی بو آتی ہے پس یہ مٹی کی ہے اور قوت ذائقہ نے چکھ کر معلوم کر لیا کہ بےمزہ مٹی کی ہی ہوتی ہے پس ان کے بعد عقل کہتی ہے کہ کسی غرض کیواسطے بنائی گئی ہے۔ اور کوئی اس کا بنانیوالا بھی ضرور ہے۔ اب بتلاؤ کہ اس نے جو رائے لگائی ہے اسمین ان حواس کے خلاف کیا بیان کیا ہے۔ گو اس نے ایک حواس کی رائے کے بعد نئی نکالی ہے۔ یعنے اوس کا کوئی بنانیوالا ضرور ہے۔ مگر عقل کا کام علیحدہ ہے۔ اور وہ نتیجہ نکالتا ہے۔ اور وہ متناقض ہرگز نہین ہو سکتا۔ ہان ہم یہ مانتے ہین کہ سب سے اعلیٰ قوت ہے۔ پر یہ بھی غلطیون سے روکتی ہے۔

سنن اللہ کیا ہے واقعات مین کوئی تغیر ہوتی ہے اور آوازی آواز سنی جاتی ہے۔
مثلاً جب ہم ریل پر سوار ہوتے ہین تو ہم کو درخت چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہین لیکن اسکی تصدیق اور یہی بات کو دریافت کرنیکے واسطے ہم اسیوقت ریل سے اتر پڑتے ہین اور آنکھ کے کان سے مساس سے تصدیق کرتے ہین کہ ہان ہماری آنکھ نے غلطی کہائی تھی۔ یہ نہین چلتے تھے بلکہ ریل چلتی تھی۔ پس اگر حواس مین کسی قسم کی غلطی ہو جاتی ہے تو عقل اوسکی تصحیح کرتی ہے۔ پھر بعض لوگ نادانی سے سوال کر دیتے ہین کہ اگر عقل اور شریعت مین باہم مخالفت نظر آوے تو کسطریق اختیار کرنا چاہیئے۔

اگر کہو کہ عقل مقدم کیجاوے۔ تو اگر عقل کو مقدم کرتے ہو تو شریعت کی ضرورت ہی کیا تھی اور کیا ہے اگر کہو کہ شریعت مقدم کیجاوے۔ تو شریعت کے ہم اسوقت پابند ہین جب ہم عاقل ہو جاوین پس عقل تو بڑھ کر ہے شریعت کی۔ اگر جزو سے قاعدہ ہے تو فرع بھی غلط ہی ہوگی نہ کہ صحیح پس یہ سوال ہی غلط ٹھیرا

استفسار اور ان کے جواب

از حکیم الامۃ

(۱) دعا کس وقت کی نماز مین کرنی چاہیئے۔
(۲) سنتون مین یا فرضون مین مانگنی چاہیئے۔
(۳) دعا رکوع مین یا رکوع کے بعد یا سجود مین یا التحیات کے بعد مانگنی چاہیئے۔
(۴) نماز تہجد کس وقت سے کس وقت ہوتی ہے۔
(۵) سحری کے بعد وقت ہوتا ہے یا کہ نہین نماز تہجد کا
(۶) دعا تہجد مین کسطرح کرنی چاہیئے۔ بعد مین یا پہلے یا درمیان مین اور استخارہ کسطرح کرنا چاہیئے۔

جواب

(۱) دعا کیلئے نماز مین التحیات کے اخیر درود کے اور سلام سے پہلے عام موقعہ ہے اور تکبیر تحریمہ کے بعد۔ اور رکوع و الحمد ساری دعا ہے۔ رکوع اور سجدے بھی دعاؤن کی جگہین ہین۔ بحضرت ضرورت کے وقت رکوع سے پہلے اور بعد بھی انسان دعا کر سکتا ہے۔
(۲) نماز سنتون اور فرضون دونون مین مانگنی چاہیئے
(۳) کا جواب نمبر ایک مین ہی بیان کر دیا ہے۔
(۴) عشاء کی نماز کے بعد جب انسان سویا ہوا اٹھے تو اوس کو صبح صادق سے پہلے کل وقت تہجد کے واسطے ہے۔
(۵) سحری کا کہانا صبح صادق تک جائز ہے۔ اور ایسا ہی تہجد کا پڑھنا بھی اسوقت تک جائز ہے سحری کو دیر کرکے کہانا چاہیئے پھر صبح صادق کے وقت نہین۔ اور تہجد صبح صادق تک جائز ہے۔ جیسا سحری صبح کاذب مین کہانا جائز ہے ایسا ہی تہجد بھی صبح کاذب مین پڑھنا جائز ہے۔
(۶) تہجد کی نماز دو دو رکعت کرکے پڑھے اور دو دو رکعت کے بعد سلام پھیرتا رہے۔
(۷) استخارہ مین بھی دو رکعت نفل ہی ہوتے ہین پھر دعا ہوتی ہے۔

والسلام

سوالات

زید بدکار ہے اور جو کچھ اس کے پاس جائداد گھر روپیہ مال وہ جائز نہین مال حرام ہے رشوت و دغابازی سے حاصل ہوا ہے۔ پوچھتا ہے کہ مین حضور اقدس سے بزبان سے بیعت کرون اور توبہ نصوح اور روزہ کرتا رہون اور نماز کا پابند ہو جاؤن لیکن میری گذران کیسے ہوگی آئندہ مین جائداد مذکورہ بالا سے بسر اوقات کر سکتا ہون اور اس سے متمتع ہو سکتا ہون یا نہین مین بیکار سن رسیدہ ضعیف ہون اور بار گناہ کا بوجھ سر پر بھاری ہے اور سوا حق کے لئے میرے پاس کوئی وسیلہ اور سہارا نہین۔ اسحالت مین مین کیا کرون جواب سے اطلاع ہو۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک صوفی مشرب چشتی مجلس سماع اور نغمہ مین اس شعر پر جان دے دے اور حالت وجد مین سجدہ مین گرا اور مر گیا وہ شعر یہ ہے۔

گفت قدوسی فقیرے در فنا و در بقا
خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

خود بخود آزاد بودی کو اوس نے کئی بار تکرار کیا اور اپنی طرف اشارہ کیا اور سجدہ مین گرا اور مر گیا۔ طریقت اور شریعت کے رو سے یہ موت کیسی ہے اور علی ہذا قوالون کا نغمہ کے ساتھ گانا۔ اور گانا۔

کہ آن بیچون درین چون کرد آرام
ہے رو پوشش کردہ پوشش نام

یہ شعر حضرت جامی علیہ الرحمۃ کا ہے اور ایسے ہذا

نگو راست این و بے فہم است مشکل
کہ حق در پردہ انسان نہان است

بعد اسی طور پر۔

فنا ہون مین تیری نظرون کے یار
کہ بندہ سے مولے بنایا مجھے

اس کا لکھنا اور پڑھنا کیسا ہے؟

پس صوفی نے پہلے شعر مذکورہ بالا پر انتقال ہوا حالت وجد مین کسی نے اس کے معنے پوچھے انہون نے اس طور پر بیان فرمایا کہ قدوس رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فنا اور بقا دونون حالتون مین متاہر نہین نہ فنا اون کے اختیار مین ہے اور نہ بقا اس صورت مین فقیر سے در فنا و در بقا صفت ہوگی اور قدوس موصوف اور مقولہ شیخ خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی یعنے ذات حق مرتبہ غیب الغیب مین سارے جہان سے بے نیاز ہے۔ ان اللہ غنی عن العالمین اور تنزل و اظہار کمال کے مرتبہ مین خود مقید ہو گئے جیسا کہ وارد ہے۔

از تقاضائے حب جلوہ گری
آمد اندر حصار شیشہ پری

پھر اسی وجد مین فرمایا کہ دوسرا مصرع یا اور مقطع کو اپنی زبان سے اعادہ فرمایا گفت قدوسی فقیرے یعنے فرمایا قدوس رحمۃ اللہ علیہ نے جو ہم تن فقیر تھے کہ ذات مرتبہ فنا مین عالم سے آزاد تھے مرتبہ تعلق مین خود گرفتار ہو گئے مین صورت مین فقیر وصف بجا اور مقولہ در فنا و در بقا اسے اخرہ ہوگا اور خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی بطور لف و نشر مرتب کے ہوگا۔ یہ حسب تمہارے الزام خاص کے پڑھنے والے تھے اور بیعت نامی اور گرامی مولوی بھی اجمیر مین ۱۴ رجب کو مجلس سماع مین بیکایک ان کا انتقال ہوا نام نامی ان کا مولوی محمد حسین تھا پہلے بہت پابند شریعت تھے کعبۃ اللہ مین مولوی امداد اللہ صاحب مرحوم سے بیعت کی اور سماع اور قوالی کیطرف طبیعت انکی راغب ہو گئی۔ اور انجام یہ ہوا۔ خاکسار رکن الدین احمد عفا عنہ۔

بجواب سوال نمبر ۱

یہ عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے من تاب و امن وعمل صالحا فانہ یتوب الی اللہ متابا۔

پس اللہ تعالیٰ کے حضور۔ ایمان۔ اخلاص۔ اور سچی توبہ۔ نئی راہ دکہاتی ہے۔
ان گذارہ کا خیال کرنا ایمانی کمزوری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو مومن کے واسطے ہزارون راہ کہول دیتا ہے۔ جیسے فرمایا۔

من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔

پس جو شخص اللہ تعالیٰ سے تقوے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اوس کے واسطے ہر تنگی اور دکھ سے نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے۔ اور اس کو رزق اسقدر دیتا ہے کہ وہ حساب بھی نہین کر سکتا۔
پھر ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے۔

من جاءہ موعظۃ من ربہ فانتہی فلہ ما سلف

یعنے جب کوئی شخص قسم قسم کی بداعمالیون اور بدذاتیون اور خدا کی نافرمانیون مین مصروف ہو اور اسوقت اس کو خدا کا حکم پہونچے اور وہ خدا کی طرف سے وعظ و نصیحت کو سنے۔ اور اس جگہ توبہ کرے اور سچی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اوس کے گذشتہ قصورون اور گذشتہ بدذاتیون کو معاف کر دیگا اور جو کچھ اوس سے گذشتہ زمانہ مین کیا وہ سب اوس کو معاف ہوگا۔

بجواب سوال نمبر ۲

یہ عرض ہے کہ انسان کا دل خدا تعالیٰ کے قبضہ قدرت مین ہے اور یہ الفاظ صیغہ معنے بھی رکھتے ہین۔ پیغمبر صادق نے فرمایا ہے۔ اذکروا موتاکم بالخیر۔ اور ان لفظون کے معنے وحدت نظری کے ہی ہوتے ہین۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ان لوگون نے مابعد حالات دیکھے یا کیا۔ پس بعض لوگ ان اشعار کو سنکر فنا نظری کیطرف بہتے ہین اور وہ اسکی لذت اور ذوق و شوق مین مستغرق اور بے اختیار ہوتے ہین۔ ان بعض شریر النفس شوخی سے کہتے ہین اور ایسے لوگ بے ایمان ہوتے ہین باقی ان کے حالات کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے ہم کیا جانتے ہین۔ غرض ایسے فقرات جذبات اور فنا مین صحیح ہوتے ہین۔ ہان محض لوگ ایسا کہنے والے احمق ہوتے ہین۔ والسلام۔

عام معاملات پر نوٹ

تجارت کا خطرناک طریق | اس میں شک نہیں تجارت کے لئے اشتہارات بمنزلہ جان سمجھے جاتے ہیں لیکن اگر تجارت نیک نیتی اور دیانت داری کے اصولوں پر مبنی نہیں تو وہ کسی نہ کسی وقت ہلاکت کی صورت اختیار کرے رہیگی۔ اس زمانہ میں اشتہارات میں برعکس وہ کسی نے اصول تجارت یہی سمجھ لیا ہے کہ اشتہارات کی رنگ آمیزی اور اشتہاری مغالطوں اور جھوٹ کھنڈوں سے پبلک کے مال پر دست تصرف دراز کیا جاوے۔ ہماری رائے میں اب وقت آگیا ہے کہ گورنمنٹ اشتہارات کی طرف خاص توجہ کرے اور ایسی کمیٹی ہو کہ مناسب انسداد کرے ہم یقیناً کہتے ہیں کہ بہت سے اشتہار اس قسم کے شائع ہو رہے ہیں جو دغا اور استحصال بالجبر کی تعریف کے نیچے آ رہے ہیں۔ یہ کام ہمارے اخبارات کا ہے کہ پبلک کے مال کو اور اس عزت کو جو ایسے اشتہارات سے عوام کے اخلاق اور صحت پر پڑتا ہے بچائیں۔

لیکن افسوس ہے کہ اسکی طرف وہ اپنی کمائی کا ذریعہ ہو جانے کے باعث توجہ نہیں کرتے۔ مگر یہ اخلاقی دلیری اور قومی خدمت کے پاک اغراض سے بعید ہے ہم دیکھیں گے کہ کس قدر ہمعصر اس ضرورت کو محسوس کرتے ہیں۔

قومیت کی روح ایسی باتوں سے پیدا نہیں ہوتی | ہم افسوس کے ساتھ بعض اوقات ان مباحث کو دیکھا ہے جو جھٹکا یا گاؤکشی کی دوکانوں کے متعلق مسلمانوں اور ہندوؤں میں پیدا ہو جاتے ہیں تعجب کی بات ہو کہ جب اختلاف مذہب ایک کو اس قدر نہیں روک سکتا تو ایسی باتوں پر کیوں لڑتے اور لڑتے مرتے ہیں۔ دیگر محرمات شرعی پر نہ ہندوؤں کو غصہ آتا ہے اور نہ مسلمانوں کو مگر اس ایک معمولی سی بات پر از منافیت قومی سمجھا جاتا ہے۔ زناکاری کے اڈے اور بے نوشی کے مجمعے علی رؤس الاشہاد مسلمانوں اور ہندوؤں کی مسجدوں اور مندروں کے قرب میں بھی پائے جائیں ذرا کسی پروا نہیں لیکن ایسی باتوں پر توجہ کیجاوے گناہ سمجھا جاتا ہے۔

ہماری رائے میں ایسی باتوں سے وحدت اور قومیت پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے لئے ضرورت ہے۔ اتقا اور دینداری کی اور اس کے واسطے ضرورت ہے صحبت صالحین کی۔

اپنی اخلاقی اور سوشل اصلاح کی فکر کرو اور اپنے عمل سے ان اصلاحوں کو دکھاؤ اور پھر تفرقوں پر مت اڑو۔

شکائیت بجا | ہمعصر ریلوے نیوز نے معصوم بچوں اور عورتوں کی فریاد کے عنوان سے جو آرٹیکل لکھ کر حکام ریلوے کو توجہ دلائی ہے کہ ریل گاڑیوں میں عورتوں اور بچوں کیلئے خاص انتظام کیا جاوے بہت بجا شکائیت ہے حقیقت میں علی العموم سٹیشن پر پانی نہیں ملتا۔ گاڑی بہت ہی کم وقفہ سے چل پڑتی ہے اور بہشتی اور کہار رہتے دوسرے کام میں یا تو مصروف رہتے ہیں اور یا ایک جگہ ٹھہرے ہوئے آوازیں دیکر خاموش ہو رہتے ہیں۔

الحکم | علی گڑھ سے الحق نام دینی رسالے کے اجرا پر ایک ہمعصر نے یہ شعر لکھا ہے۔

شاعران حال کیا مضمون نیا لائیں امیر
ڈھونڈھتے ہیں تو تخلص بھی نیا ملتا نہیں

اور اسکی وجہ یہ بتاتا ہے کہ اس نام کے ایک یا ایک سے زیادہ رسالے شایع ہوتے ہیں۔ ہمیں اب معلوم ہوا کہ لکھنؤ سے ایک شخص نے الحکم کے نام سے ایک نیا اخبار جاری کیا ہے ہمیں اسکو جو خوشی ہوئی کہ الحکم کا نام بلند عالم ہوا جاتا ہے یہاں تک کہ نیا اخبار جاری کرنے والے کو بھی بہت سی سوچ بچار کے بعد یہ نام پسند آیا ہے لیکن اس قسم کے اسمی اشتراک سے بعض اوقات ایک دوسرے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے ہمارے نئے ہمعصر کو توجہ کرنی چاہئے۔

فری میسن کیا کر رہے ہیں؟ | فری میسن کیا کر رہے ہیں اس کے دوسرے کاموں کا کوئی علم ہو یا نہ ہو لیکن ڈاکٹر جان ولسن صاحب سی آئی ای نے مدراس کے جلسہ فری میسن میں تقریر کرتے ہوئے ایک راز کھولا ہے جو بالکل درست ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فری میسن کے جھنڈے کے نیچے تمام قسم، تمام ذاتوں اور تمام گروہ کے لوگ اکٹھے ہیں۔ ہمارے جھنڈے کے نیچے برہمنوں، پارسیوں، مسلمانوں اور مختلف ہندو فرقوں نے سر جھکایا ہے اور گو بلحاظ قواعد ذات ممانعت ہے کہ وہ لوگ غیر اقوام کے لوگوں کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر کھانا کھائیں مگر ہماری میز پر سب ہی فرقہ والے آکر دعوت کا مزہ چکھتے ہیں میں آپکو اطمینان دلاتا ہوں کہ یہاں نہایت اعلے کام ذات توڑنے کا ہو رہا ہے میں پوری عزت مشنری سرگرمی کی جو ہندوستان میں ہو رہی ہے کرتا ہوں کہ قیود ذات کو توڑنا بلا زینہ نیک نتائج کا ہے۔ اور اس کا آئندہ جو اثر مذہب پر پڑ سکتا ہے وہ ایک دانشمند سے مخفی نہیں ہو سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے کونوا مع الصادقین کا حکم دیا ہے صحبت اور معیت ہمیشہ صادقوں کی اختیار کرو۔

انگریزوں کی سوشل حالت کیسے گری | یا تو انگریز متعدد پر اعتراض کیا کرتے تھے اور مسلمان تہذیب پر بجا نکتہ چینی مذہبا جائز نہیں اعتراض کیا کرتے تھے۔ یا اب الاسٹر ٹو مینڈ نامی ایک ناول اس پر مضامین لکھ رہے ہیں کہ شادی کی میعاد مقرر ہو اس دعوے کی تائید میں دلائل دی ہیں ان دلائل میں کل سرسبد یہ دلیل ہے کہ اکثر مردوں کی سرد مہری سے عورتیں تنگ آجاتی ہیں اکثر غلامی کرنے کو مجبور ہوتی ہیں اس لئے یہ میعاد دس سال سے زیادہ نہ ہو اگر ضرورت ہو تو دس سال بعد اس کو فسخ کر دیا جاوے یا نیا معاہدہ ہو اس معاملہ پر خوب نکتہ افرینیاں ہو رہی ہیں۔ افسوس عیسائی مذہب اگر کامل شریعت اور کامل دستور العمل انسان کی ہر قسم کی معاشرتی۔ تمدنی۔ اخلاقی اور سیاسی بالاخر روحانی ضرورتوں کا رکھتا تو ایسے لغو خیال ان لوگوں میں کیوں پیدا ہوتے ہر آئے دن نئی باتیں اور نئے خیالات کا پیدا ہونا عیسائیت کے ہلاک کی پیشگوئی کر رہا ہے۔ غور کرنے والے سوچیں۔

ایک عجیب ایجاد | لندن ہاسپٹل کے سیکرٹری نے ایک عجیب وغریب اور نہایت عمدہ مشین ایجاد کی ہے۔ لیکن اسکی ایجاد سے جو اصلی غرض ہے اس سے وہاں کے لوگ پہلے سے کچھ ناواقف تھے۔ وہ مشین سامنے سے بالکل ایک کلاک معلوم ہوتی ہے اس پر لکھا ہوا ہے کہ اس ہسپتال کا خرچ فی سیکنڈ ایک پنی ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں سے جو ہسپتال میں آتے ہیں یہ درخواست لکھی ہوئی ہے کہ آپ اس ہسپتال کے ایک سیکنڈ کے اخراجات کا بار اپنے اوپر اٹھایئے۔ اس مشین میں ایک ایسی کل لگی ہے کہ جب اوس کے اندر ایک پنی ڈالی جاتی ہے تو اوسکی سوئی خود بخود ایک سیکنڈ آگے بڑھ جاتی ہے۔ ہسپتال مذکور کا سیکرٹری اب اس فکر میں ہے کہ اس مشین میں ایک ایسا آلہ بھی لگا دیا جائے کہ جب کوئی شخص اس کے اندر پنی ڈالے تو سوئی آگے بڑھنے کے علاوہ اس میں سے ایک مصنوعی آواز میں اس عطیہ کی بابت "شکریہ" یا "تھینک یو" کے الفاظ بھی نکلا کریں (انتخاب الجواب)

سیب پر فوٹو کی تصویر | کوونٹ گارڈن کی ایک میوہ فروش فرم کے پاس حال ہی میں فرانس سے عجیب قسم کے سیب آئے ہیں۔ ہر ایک سیب پر حضور شہنشاہ اور ملکہ معظمہ کی شبیہ ہے۔ اس میوے کی فروختگی سے بازار میں بڑا جوش پیدا ہوا اور اس میوے سے اس میوہ فروش کو بہت نفع حاصل ہوا۔ میووں پر فوٹو کی تصویریں بنانے میں پیشقدمی کرنا فرانس والوں کا حصہ ہے۔ سیب سرخ رنگ لانے سے پیشتر ان پر ایک فوٹو کی طرح چپاں کیجاتی ہے اور روشنی

کا اثر پڑنے کیلئے ہرن کو علیحدہ کر دیا جاتا ہے (بجائے فلم نیگیٹو کے ایک مسالہ دار کاغذ ایجاد کیا گیا ہے جسپر ہر ایک شے کا عکس آسکتا ہے اسی فلم کہتے ہیں) امید ہے کہ اشتہارات شائع کرنے میں یہ طریقہ نہایت کارآمد ثابت ہوگا۔ (آرمی نیوز لودیانہ)

مغربی تہذیب کا دلچسپ پہلو | مغربی تہذیب اور مشرقی تہذیب میں بہت فرق ہے؟ ہندوستان میں اگر تم کسی شخص کے سامنے اس کی جوان بیٹی یا بہو کے حسن کی تعریف کرو۔ تو وہ اسے بدتہذیبی قرار دے گا مگر یورپ میں کسی کی حسین بیٹی یا بیوی کی تعریف کرنا نہیں بلکہ تعریف نہ کرنا بدتہذیبی میں داخل ہے۔ بات یہ ہے کہ اہل یورپ خیال کرتے ہیں کہ اگر نباتات اور جمادات وغیرہ قدرتی نظاروں کی جو بیجان خوبصورتی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ تعریف کی جاتی ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کی جاندار خوبصورتی کی تعریف نہ کی جاوے۔ اس خوبصورت خیال کو عملی صورت دینے کی تحریک سب سے پہلے اہل فرانس کو ہوئی۔ جن کی کوششوں سے پیرس کی نمائش حسن بخوبی کامیاب ہوئی۔ اب سنا ہے کہ اہل امریکہ نے سینٹ لوئی کی عظیم الشان نمائش گاہ کو اس ذریعہ سے رونق دینی چاہی ہے اور دور دور سے نازک فربیوں کو بلایا ہے۔ چنانچہ مشہور مقام چکاگو سے ایک نازنین جو اپنے تناسب اعضاء، خط و خال، موزونی قد و نازکی رفتار حسن کی مجسم دیوی ہے نمائش میں بغرض مقابلہ روانہ کیگئی ہے۔ اور انگریزی اخبارات میں اس کے قد و قامت و اعضاء جسمانی کی مناسبت پر خوب پیشگوئیاں ہو رہی ہیں۔ کوئی اس نمائش کو اہل امریکہ کی عیش مزاجی کی دلیل قرار دے۔ لیکن ہم اتنا ضرور کہونگا کہ اس سے اہل امریکہ کی قومی زندہ دلی اور مستعدی ظاہر ہے۔ اور ایسی نمائش صرف وہی قوم قائم کر سکتی ہے جس میں سوشل زندگی اور حرکت پائی جائے۔ (ہندوستان)

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

عیسائیت کا حشر کیا ہونیوالا ہے؟

من از آن حسن روز افزون کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت برون آرد زلیخا را

چودھویں صدی ہجری عیسائی مذہب (وہ مذہب جو حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد شائع ہوا ہے جسکی اصل حضرت مسیح فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم میں کرتے ہیں) کی موت کی صدی ہے۔ اسکی وجہ ظاہر ہے کہ خدا کا برگزیدہ مسیح موعود اسی صدی میں نازل ہوا ہے اس کے انفاس قدسیہ کی تاثیر اور برکت سے عیسائیت کے اندر خود ایسی کھلبلی مچ گئی ہے اور اسکی جڑ کچھ ایسی کھوکھلی ہو رہی ہے کہ اس کا جو کچھ بھی حشر ہونیوالا ہے وہ نظر آ رہا ہے۔

انڈین کرسچن میسنجر نے پادریوں کو جوش دلایا ہے کہ وہ اپنا کام سرگرمی سے کریں اور وہ اپنی خاموشی کو بری طرح محسوس کر رہا ہے کہتا ہے کہ یورپ میں پادریوں کے مشن میں گو وہاں بھی سنا تا ہے مسیح کے نام کی اشاعت نہیں ہوتی بازار کی منادی کا کوئی پرسان نہیں۔ اس قسم کے امور مشنوں میں یونہی پیدا نہیں ہوئے بلکہ وہ اپنی کامیابی اور مذہب سے قریباً مایوس ہو چکے ہیں اور خود ان کے گھروں میں شور پیدا ہو رہا ہے۔ چنانچہ نیویارک کے مشہور اخبار سن میں مندرجہ ذیل نوٹ شائع ہوا ہے۔

کیا مسیحی مذہب ہلاکت کے خطرہ میں ہے؟

اس سوال کے جواب میں متعدد خطوط شائع ہوئے ہیں مسیحی مذہب کے برخلاف اسقدر بغاوت شروع ہو گئی ہے کہ اب اس کے بچانے کے لئے ایک زبردست لیگ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ پریسبٹیرین اپنے ایمان کے درجہ کو ترقی دے رہے ہیں تو ایسکوپل چرچ والوں نے اوتار کے مسئلہ کو اپنے مذہب سے خارج کر دینے کا ارادہ کیا ہے۔ اللھم صل علے محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم

ان سب باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ مسیحی مذہب کے پیروؤں کے اعتقاد میں سخت ضعف آ رہا ہے یہ واقعہ صحیح ہے کہ پہلے کی نسبت عیسائی گرجوں کی تعداد زیادہ ہے نسبتاً عیسائیوں کی آبادی سو سال پہلے سے بڑھ گئی ہے مگر یہ واقعہ بھی صحیح ہے کہ عہد قدیم و عہد جدید کے نوشتہ بات سے مسیحی مذہب معرض خطر میں آ گیا ہے۔ اور اب لوگ اس پر اسقدر ایمان نہیں رکھتے۔

یہ سب امور خدا کے برگزیدہ مسیح موعود کی اس رسالت کی کامیابی ہے اور اس میں جو وہ خدا تعالیٰ سے سلطنت کسر صلیب کے نام سے لیکر آیا ہے۔ خدا کی برکت ہو اس پر اور اس کے کام پر۔

کیا دیانند مہاراج عیسائی ہیں؟

(جن کے اوگھیے دماغ میں گورنمنٹ آف انڈیا کو ہندوستان کے عیسائی بنانے کی تحریک کی تجویز آئی تھی) نے کلکتہ کے سوامی دیانند مہاراج کو عیسائی ظاہر کیا ہے اس پر سوامی مذکور نے اسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ دشمنوں میں ہیں)

مختلف اخبارات کے ذریعہ اس خبر کی تردید کی چاہی۔ چنانچہ ایک اخبار میں شائع ہوا ہے کہ سوامی صاحب مذکور لکھتے ہیں:

کیا ہم ایسے حماقت زدہ نہیں ہیں گے کہ عیسائیت کو جو ہندو دھرم کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور وید شاستر اور اپنی قومیت کو چھوڑ کر اختیار کریں گے نہیں ہم ہرگز ایسا نہیں کر سکتے ہیں اور جب تک ہمارے جسم میں ایک قطرہ بھی صاف ہندو خون کا موجود ہے ایسا کر نہیں جائیگا۔ باعلان عام تمام دنیا میں یہ مشہور کر دیا جاتا ہے۔ اور میں دیانند مہاراج تمام دل روح اور قوت سے اعلان کرتا ہوں کہ تمام کوششیں ہندوستان کو عیسائی بنانے کی اسطرح بیکار جائیں گی جس طرح سے ایک سوئی کی تلاش خلیج بنگال میں بیکار رہیگی عیسائیت بطور مذہب کے ہندوستان میں بالکل ناکام ہوئی ہے۔

یہ اعلان ہے جو سوامی دیانند مہاراج نے کیا ہے لیکن یہ اعلان ان لوگوں کو تو شاید کوئی طفل تسلی دیگا جنہوں نے سوامی صاحب کا وہ رسالہ جو انہوں نے ''یوگی اور اس کا پیغام'' کے نام سے انگریزی میں شائع کیا ہے اور جسپر ہماری گذشتہ اشاعت میں ریویو بھی شائع ہوا ہے۔ اگر وہ لیکچر انہیں کا لکھا ہوا ہے اور وہ ظاہر کرتا ہے کہ انہیں کا لکھا ہوا ہے تو ہم صاف طور پر کہتے ہیں کہ اس لیکچر کا کہنے والا بجز عیسائی کے اور نہیں ہو سکتا خواہ وہ زبان سے کتنا ہی خلاف اظہار کرے سامی مدراس میں ایک سوسائٹی مشنری کا ایک عجیب راز فاش ہوا تھا جس نے ہندو بن کر ایک لاکھ ہندوؤں کو مونڈ لیا تھا۔ کیا عجب کہ اس پردہ زنگاری میں بھی کوئی معشوق ہو۔ سوامی دیانند کو یوگی اور اس کے پیغام کے مصنف کی حیثیت سے اپنا مذہب اور پوزیشن صاف کرنی ضرور ہے یا تو وہ یہ اظہار کریں کہ یوگی اور اس کے پیغام میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے سراسر غلط اور بیہودہ ہے اور یا صاف طور پر اقرار کریں کہ وہ عیسائی ہیں۔ زیرک اور سمجھدار ہندوؤں کا فرض ہے کہ وہ سوامی دیانند کو اپنی پوزیشن صاف کرنے پر مجبور کریں۔ اور ان کے اس اعلان کو کافی نہ سمجھا جاوے معزز معاصر ہندوستان اور ہندوستانی اس رسالہ کو جس کا ہم نے ذکر کیا ہے ضرور پڑھیں اور اس کے بعد لکھیں کہ سوامی دیانند ہیں ہندو یا عیسائی۔

عیسائی مذہب کی حرکات مذبوحی

عیسائی مذہب ہلاک ہو رہا ہے اور اب وہ حرکات مذبوحی جو اس سے صادر ہو رہی ہیں غور کن طبیعتوں کے دیکھنے کے قابل ہیں۔

ریویو آف ریلیجنز نے نومبر کے نمبر میں ''کیا ہم ایمان لاویں'' کے عنوان سے ایک آرٹیکل لکھا گیا ہے جس کی بنا ولایت کا ڈیلی ٹیلیگراف نام اخبار ہے جس میں اس عنوان کے ماتحت عجیب و غریب بحث کی گئی ہے ہمعصر ریویو نے نہایت قابلیت سے اس بحث میں سے دو چٹھیاں لیکر انپر زور تنقید کیا ہے لیکن ہماری غرض چونکہ صرف عیسائی مذہب کی حرکات مذبوحی کو دکھانا ہے اس لئے ہم اپنے ناظرین کے مطالعہ کیلئے ان دو چٹھیوں کو یہاں نقل کر دیتے ہیں اس سے اندازہ ہو سکے گا کہ عیسائیت کے گھر اور مرکز میں عیسائیت کا کیسا خاکہ اتر رہا ہے۔

پہلی چٹھی کا مضمون حسب ذیل ہے۔

''جناب من۔ ہم ایمان لاتے ہیں اگرچہ ان دنوں میں جب دنیا میں مختلف عقائد اور بہت سارے غلط عقیدے پھیلے ہوئے ہیں۔ ایماندار لوگ جیسا کہ نجات دہندہ نے کہا تھا۔ ایک بہت چھوٹا گلہ ہیں۔ بیشک ہم ایمان لاتے ہیں جبکہ ہر خداوند کے دن ہم عبادت میں دروازہ کو بند کر کے اسکی پرستش کرتے ہیں اور صرف اسکی حمد ہی نہیں کرتے جو ہماری نئی قوم کا سردار ہے۔ یعنی انسان یسوع مسیح بلکہ اس بڑی بھاری جماعت کیلئے دعا بھی کرتے ہیں جنکی اس پرستی سے دوری اور علیحدگی کی زندگیاں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ وہ ایمان نہیں لاتے ایسے آدمی جو شہر ایجادوں کو عبادت خانوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ عورتیں جو کہ کام میں اسقدر مشغول ہوتی ہیں کہ وہ اسی چیز کو بھول جاتی ہیں جو سب سے زیادہ ضروری ہے دشمن جو کہ دہریت اور کفر کو ایمان پر اور تفرقہ کو وحدت پر ترجیح دیتے ہیں وہ جنکی روح اعلے زندگی سے لاپرواہ ہے جو اس سفلی زندگی پر جو خاک سے بنی ہوئی ہے حد سے زیادہ گرے ہوئے ہیں اور آخر اسی خاک میں واپس ہو جاتے ہیں۔ جناب من میں کہتا ہوں کہ بیشک ہم ایمان لاتے ہیں جبکہ ہم منتظر ہیں کہ آسمانی لشکر کے ایسی روحیں ہماری طرف آخر کار آ جائینگی۔ جو کہ بحث مباحثہ سے جیتی نہیں جا سکتیں اور اگرچہ وہ خداوند کے حضور سے یونس کی طرح بھاگ گئی ہیں اگر وہ اپنے خواہشات کے راہوں میں چلیں اور اپنی طبیعتوں کے مطابق کام کریں تاہم وہ واپس لائی جائینگی۔ جناب من ہم یقین رکھتے ہیں کہ جوں جوں ہم زیادہ اور کوشش کرتے ہیں نہ صرف ہمارے باپ دادوں کا ایمان۔ ایمان اور دعا۔ ہمارے ملک کو مسیح کی طرف واپس لاویگی بلکہ وہ خوشی کی جگہیں جو ایسا کرنے میں ہمیں دکھائی دیتی ہیں۔ داؤد کے اس قول کی تائید کرتی ہیں کہ ہم اپنے خداوند کی موجودگی کو راستبازی میں دیکھتے ہیں۔ اور کہ جب ہم اسکی شکل و صورت میں جاگ اٹھیں گے۔ تو ہم کو پھر ایمان کی ضرورت نہیں ہوگی۔ کیونکہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ اور اسطرح تسلی پائینگے۔ میں ہوں آپ کا تابعدار
شمالی ... ایک پادری''

ایک اور چٹھی کا مضمون حسب ذیل ہے:۔

''جناب من۔ میں آپ کی اجازت سے یہ سوال اٹھانا چاہتا ہوں۔ کہ آیا ایمان اور عقائد کے زوال کے ساتھ کوئی ایسی علامات بھی ظاہر ہوئی ہیں جن سے معلوم ہو کہ سخاوت۔ اور عام انسانی ہمدردی اور وسعت خیالات کے معاملہ میں بھی تنزل کی طرف رخ گیا ہے۔ اور کیا جسقدر آبادی میں ترقی ہوئی ہے اس سے نسبتاً جرائم کی ترقی زیادہ ہوئی ہے یا نہیں۔ اس امر کا کہ زمانہ میں کفر کی ایک رو ساری دنیا پر پھر گئی ہے خصوصاً عیسائی عقائد کے انکار کی رو۔ کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا جب تک کہ ہٹ سے اپنی آنکھیں بند نہ کرے۔ اس کے نشان ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ اخبارات اور رسالوں میں اور بڑی بڑی مشہور تصنیفوں میں جنمیں سے بعض کسی دن دائمی یادگار سمجھی جائینگی۔

جبکہ زمین کی سطح پر یسوع مسیح ۔ دوسری طرف یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا جرائم بڑھ گئے ہیں۔ اور عملی نیکیاں جیسے سخاوت اور انسان کی ترقی کیلئے ایک عام کوشش کیا انمیں کمی ظاہر ہوئی ہے۔ میرے پاس کوئی ایسا نقشہ موجود نہیں جس سے کوئی نتیجہ نکال سکوں۔ البتہ میں اپنے پچاس برس کے ذاتی تجربہ اور تاریخ کے مطالعہ سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ حالات اسکے بالکل برعکس ہے۔ دنیا کی آبادی اسقدر بڑھ گئی ہے کہ ایسا مقابلہ کرنا اور بھی مشکل ہو گیا ہے لیکن اسقدر شہادت تو صاف ملتی ہے کہ جیسے جیسے عیسائی مذہبی عقیدہ تنزل اور زوال کی طرف جا رہا ہے۔ اسیقدر دنیا ترقی کر رہی ہے ہاں یہ امر فیصلہ شدہ نہیں کہ آیا یہ صرف ایک اتفاقی واقعہ ہے یا اس میں سبب اور نتیجہ کا رشتہ ہے۔ مثلاً اس زمانہ کے حالات کو عیسائیت کے درمیانی زمانہ کے حالات سے مقابلہ کرو جبکہ مذہب کی حکومت تھی۔ اور چھوٹے چھوٹے مذہبی مسائل پر جنگ تک نوبت پہنچتی تھی۔ درحقیقت یہ سوال پوچھا جانے کے قابل ہے۔ کہ آیا یہ بالکل صاف امر ہے کہ بعض عیسائی عقائد خواہ وہ پرانے ہوں اور خواہ پراٹسٹنٹ کے ہوں اخلاقی ترقی کو تنزل کی طرف لانے والے نہیں؟ اگر مجھے پوچھتے ہیں تو جہاں تک مجھے معلوم ہے نامہ نگاروں سے دری ہے خصوصاً آپ کے دو کے پرچے میں ایک نامہ نگار نے زیادہ تعریف کی ہے جو ممبروں پر جو صدر کہلاتے ہیں میرے خصہ ... نکالی ہیں۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ بہت سارے غور کرنے والے اور سنجیدہ آدمی اسی قسم کے اور بھی ہیں۔ اور انکی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے۔ میرا مطلب کے اس نامہ نگار سے ہے جس نے ایک ایماندار عیسائی کے اطمینان قلب کے متعلق لکھا تھا کہ اس کا ایسا یقین ہوتا ہے۔ عین الیقین ممکن طور پر کسی سے متعلق ہو سکتا ہے کہ ہر ایک ان کو ورثہ میں جو اس کے نجات دہندہ کی طرف منسوب رہیگا ہے؟

۴۰ وہ اسلامی انبیا مرسلین کی سزا بطور کفارہ تھی یہ کیسا سیاہ جھوٹ ہے۔ سچ بات یہ ہے کہ ہم میں سے بہت سے عام آدمی جنکی تعداد روز افزوں ترقی پر ہے۔ اور بلاشک بہت سارے مذہبی سرگروہ بھی اس کو تسلیم کر چکے ہیں ...

حضرت اقدس سیالکوٹ میں

نمبر (۳)

اسکے بعد مسلمانوں کی موجودہ قابل رحم حالت کا نقشہ کھینچ کر دکھایا اور اس سلوک کا ذکر کیا جو انہوں نے آپکی دعوت پر آپکے ساتھ کیا۔ اور اس کے ضمن میں مسلمانوں کی عملی اور اعتقادی کمزوریوں کو بیان کیا۔ اور اسی بیان میں مامور اور مرسل پر ایمان لانے کی ضرورت اور معرفت اور دعا کی حقیقت کو کھولا۔ اور نماز کے روحانی اسرار اور نماز کے نتائج کے کمال کا ذکر اس طرح پر کیا۔

خدا کے مرسل کا انکار کرنا سہل ہے۔ مگر ایمان کی باریک راہوں میں اوس کی پیروی کرنا مشکل ہے۔ خدا کے فرستادہ کو دجال کہنا بہت آسان ہے مگر اوس کی تعلیم کے موافق تنگ دروازہ میں سے داخل ہونا یہ دشوار امر ہے۔ ہر ایک جو کہتا ہے کہ مجھے مسیح موعود کی پروا نہیں ہے اوسکو ایمان کی پروا نہیں ہے ایسے لوگ حقیقی ایمان اور نجات اور سچی پاکیزگی سے لاپروا ہیں۔ اگر وہ ذرا انصاف سے کام لیں اور اپنے اندرونی حالات پر نظر ڈالیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ بغیر اس تازہ یقین کے جو خدا کے مرسلوں اور نبیوں کے ذریعہ سے آسمان سے نازل ہوتا ہے اون کی نمازیں صرف رسم اور عادت سے ہیں اور ان کے روزے صرف فاقہ کشی ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان نہ تو واقعی طور پر گناہ سے نجات پا سکتا ہے اور نہ سچے طور پر خدا سے محبت کر سکتا ہے اور نہ جیسا کہ حق ہے اس سے ڈر سکتا ہے۔ جب تک کہ اسی کے فضل اور کرم سے اسکی معرفت حاصل نہ ہو۔ اور اسی سے طاقت نہ ملے اور یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ ہر ایک خوف اور محبت معرفت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ دنیا کی تمام چیزیں جن سے انسان دل لگاتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے یا ان سے ڈرتا ہے اور دور بھاگتا ہے یہ سب حالات انسان کے دل کے اندر معرفت کے بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک خدا کا فضل نہ ہو اور نہ مفید ہو سکتی ہے۔ جبتک خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو اور فضل کے ذریعہ سے معرفت آتی ہے تب معرفت کے ذریعہ سے حق بینی اور حق جوئی کا ایک دروازہ کھلتا ہے۔ اور پھر بار بار دور فضل سے ہی وہ دروازہ کھلا رہتا ہے اور بند نہیں ہوتا۔ غرض معرفت فضل کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اور پھر فضل کے ذریعہ سے ہی باقی رہتی ہے فضل معرفت کو نہایت مصفا اور روشن کر دیتا ہے۔ اور حجابوں کو درمیان سے اٹھا دیتا ہے اور نفس امارہ کے گرد و غبار کو دور کر دیتا ہے۔ اور روح کو قوت اور زندگی بخشتا ہے اور نفس امارہ کو امارگی کے زندان سے نکالتا ہے۔ اور بد خواہشوں کی پلیدی سے پاک کرتا ہے۔ اور نفسانی جذبات کے تند سیلاب سے باہر لاتا ہے۔ تب انسان میں ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ گندی زندگی سے طبعاً بیزار ہو جاتا ہے۔ کہ بعد اس کے پہلی حرکت جو فضل کے ذریعہ سے روح میں پیدا ہوتی ہے وہ دعا ہے۔ یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں۔ اور تمام نماز دعا ہی ہے۔ جو ہم پڑھتے ہیں۔ کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے۔ پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے۔ اور ہر ایک زہر آخر اوس سے تریاق ہو جاتا ہے۔

مبارک ہیں وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں تھکتے نہیں کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے
مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے۔ کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔
مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں۔ کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے

مبارک تم جب تم دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے۔ اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے۔ اور تمہیں بیتاب اور دیوانہ اور ازخود رفتہ بنا دیتی ہے۔ کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاویگا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں۔ نہایت کریم و رحیم۔ حیا والا۔ صادق۔ وفادار عاجزوں پر رحم کرنے والا۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ۔ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائیگا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ۔ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کرو اور شکست کو قبول کر لو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔ دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائیگا۔ اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی۔ دعا خدا سے آتی ہے۔ اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔ دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنی صفات میں تبدیلی کرتا ہے اور اوس کے صفات غیر متبدل ہیں۔ مگر تبدیل یافتہ کے لئے اس کی ایک الگ تجلی ہے۔ جس کو دنیا نہیں جانتی۔ گویا وہ اور خدا ہے حالانکہ اور کوئی خدا نہیں مگر نئی تجلی نئے رنگ میں اوس کو ظاہر کرتی ہے۔ تب اوس خاص تجلی کی شان میں اس تبدیل یافتہ کے لئے وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کے لئے نہیں کرتا یہی وہ خوارق ہے۔

غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اوس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ حضرت احدیت پر گرتی ہے اور وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی ہے اور رکوع بھی کرتی ہے اور سجدہ بھی کرتی ہے اور اوسی کی ظل وہ نماز ہے جو اسلام نے سکھلائی ہے۔ اور روح کا کھڑا ہونا یہ ہے کہ وہ خدا کے لئے ہر ایک مصیبت کی برداشت اور حکم ماننے کے بارے میں مستعدی ظاہر کرتی ہے۔ اور اوس کا رکوع یعنی جھکنا یہ ہے کہ وہ تمام محبتوں اور تعلقوں کو چھوڑ کر خدا کی طرف جھک آتی ہے اور خدا کے لئے ہو جاتی ہے۔ اور اوسکا سجدہ یہ ہے کہ وہ خدا کے آستانہ پر گر کر اپنے تئیں بکلی کھو دیتی ہے۔ اور اپنے نقش وجود کو مٹا دیتی ہے یہی نماز ہے جو خدا کو ملاتی ہے اور شریعت اسلامی نے اوس کی تصویر معمولی نماز میں کھینچ کر دکھلائی ہے تا وہ جسمانی نماز روحانی نماز کیطرف محرک ہو کیونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کے وجود کی ایسی بناوٹ پیدا کی ہے کہ روح کا اثر جسم پر اور جسم کا اثر روح پر ضرور ہوتا ہے۔ جب تمہاری روح غمگین ہو تو آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اور جب روح میں خوشی پیدا ہو۔ تو چہرہ پر بشاشت ظاہر ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان بسا اوقات ہنسنے لگتا ہے ایسا ہی جب جسم کو کوئی تکلیف اور درد پہنچے تو اوس درد میں روح بھی شریک ہوتی ہے۔ اور جب جسم کسی ٹھنڈی ہوا سے خوش ہو۔ تو روح بھی اوس سے کچھ حصہ لیتی ہے۔ پس جسمانی عبادات کی غرض یہ ہے کہ روح اور جسم کے باہمی تعلقات کی وجہ سے روح میں حضرت احدیت کی طرف حرکت پیدا ہو اور وہ روحانی قیام اور رکوع اور سجود میں مشغول ہو جائے۔ کیونکہ انسان ترقیات کے لئے مجاہدات کا محتاج ہے اور یہ بھی ایک قسم مجاہدہ کی ہے یہ تو ظاہر ہے کہ جب دو چیزیں باہم پیوستہ ہوں تو جب ہم ان میں سے ایک چیز کو اٹھائینگے۔ تو اس اٹھانے سے دوسری چیز کو بھی جو اوس سے ملحق ہے کچھ حرکت پیدا ہوگی۔ لیکن صرف جسمانی قیام اور رکوع اور سجود میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ جبتک کہ اوس کے ساتھ یہ کوشش شامل نہ ہو۔ کہ روح بھی اپنے طور سے قیام اور رکوع اور سجود سے کچھ حصہ لے اور یہ حصہ لینا معرفت پر موقوف ہے اور معرفت فضل پر موقوف اور خدا نے قدیم سے اور جب سے کہ انسان پیدا کیا ہے۔ یہ سنت جاری کی ہے۔ کہ وہ پہلے اپنے فضل عظیم سے جس کو چاہتا ہے اوس پر روح القدس کو اتارتا ہے اور پھر روح القدس کی مدد سے اس کے اندر اپنی محبت پیدا کرتا ہے اور صدق و ثبات بخشتا ہے۔ اور بہت سے نشانوں سے اس کی معرفت کو قوی کر دیتا ہے اور اس کی کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ سچ مچ اسکی راہ میں جان دینے کو تیار ہوتا ہے۔ اور اس کا اس ذات قدیم سے کچھ ایسا غیر منفک تعلق ہو جاتا ہے۔ کہ وہ تعلق کسی مصیبت سے دور نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی تلوار اس کے علاقہ کو قطع نہیں کر سکتی۔ اور اس محبت کا کوئی عارضی سہارا نہیں ہوتا۔ نہ بہشت کی خواہش نہ دوزخ کا خوف نہ دنیا کا آرام اور نہ کوئی مال و دولت بلکہ ایک لامعلوم تعلق ہے۔ جس کو خدا ہی جانتا ہے۔ اور عجیب تر یہ کہ یہ گرفتار محبت بھی اس تعلق کی کنہ کو نہیں سمجھ سکتا کہ کیوں ہے۔ اور کس خواہش اور کس طرح سے ہے۔ کیونکہ وہ ازل سے تعلق ہوتا ہے۔ وہ تعلق معرفت کے ذریعہ سے نہیں۔ بلکہ معرفت بعد میں آتی ہے۔ جو اوس تعلق کو روشن کر دیتی ہے۔ جیسا کہ پتھر میں آگ تو پہلے سے ہے۔ لیکن چقماق سے آگ کے شعلے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور ایسے شخص میں ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی ایک عشق ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ایک طرف تو خدا کے ساتھ اوس کا ایسا رابطہ ہوتا ہے جو اوسکی طرف ہر وقت کھینچا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف نوع انسان کے ساتھ بھی اسکو ایسا تعلق ہوتا ہے۔ جو اون کی مستعد طبائع کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ جیسا کہ آفتاب زمین کے تمام طبقات کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور خود بھی ایک طرف کھینچا جا رہا ہے۔ یہی حالت اوس شخص کی ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول اور محدث کہتے ہیں۔ اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور خوارق اون کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعائیں اون کی قبول ہوتی ہیں۔ اور اپنی دعاؤں میں خدا تعالیٰ سے بکثرت جواب پاتے ہیں۔ بعض جاہل اس جگہ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہمیں بھی کبھی خوابیں آ جاتی ہیں۔ کبھی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے کبھی الہام بھی ہو جاتا ہے پس ہم میں اور رسولوں میں کیا فرق ہے پس ان کے نزدیک خدا کے نبی مکار یا دھوکا خوردہ ہیں جو ایک معمولی بات پر فخر کرتے ہیں اون میں اور اون کے غیر میں کچھ بھی فرق نہیں یہ ایسا مغرورانہ خیال ہے جس سے اس زمانہ

بہت سے لوگ ہلاک ہو رہے ہیں۔ لیکن تمام سچائی کے بیان اور اہام کا صاف جواب ہے۔ اور وہ یہ کہ بطور خلاصہ یہ بات سچ ہے کہ خدا نے ایک گروہ کو اپنے خاص فضل اور عنایت کے ساتھ برگزیدہ کر کے اپنی روحانی نعمتوں کا بہت سا حصہ ان کو دیا ہے۔ اسلئے باوجود اسکے کہ ایسے سامان و دانا تھے ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کے منکر رہے ہیں تاہم خدا نے بھی انہیں پر غالب آتے رہے ہیں اور ان کا خارق عادت نور ہمیشہ ایسے طور سے ظاہر ہوتا رہا ہے کہ آخر عقلمندوں کو ماننا پڑا ہے۔ کہ ان میں اور ان کے غیر میں ایک عظیم الشان امتیاز ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ ایک مفلس گدائی پیشہ کے پاس بھی چند درم ہوتے ہیں اور ایک شہنشاہ کے خزائن بھی دراہم سے پُر ہوتے ہیں مگر وہ مفلس نہیں کہہ سکتا کہ میں اس بادشاہ کے برابر ہوں۔ یا مثلاً ایک کیڑے میں روشنی ہوتی ہے جو رات کو چمکتا ہے اور آفتاب میں بھی روشنی ہے مگر کیڑا نہیں کہہ سکتا کہ میں آفتاب کے برابر ہوں۔ اور خدا نے جو عام لوگوں کے نفوس میں خواب اور کشف اور الہام کی کچھ کچھ تخم ریزی کی ہے وہ محض اس لئے ہے کہ وہ لوگ اپنے ذاتی تجربہ سے انبیاء علیہم السلام کو شناخت کر لیں اور اس راہ سے بھی ان پر حجت پوری ہو۔ اور کوئی عذر باقی نہ رہے۔

پھر خدا تعالیٰ کے برگزیدوں کی خصوصیت پر بحث کرتے ہوئے آپ نے

حضرت اقدس بہ حیثیت کرشن مہاراج

اپنا وہ عظیم الشان دعوے پیش کیا جو کرشن ہونے کا ہے۔ کرشن ہونیکا ادعا عوام الناس کی نظروں میں بے شک نیا دعویٰ ہے اور کچھ شک نہیں کہ پبلک میں اس کا اعلان آج ہی ہوا۔ لیکن جن لوگوں کو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور رہنے کا فخر حاصل ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے بارہا حضرت کرشن علیہ السلام اور رامچندر جی مہاراج کے متعلق اعلیٰ درجہ کی پاک باتیں بیان فرمائی ہیں اور اپنے بعض کشوف جن میں حضرت کرشن مہاراج کے ساتھ کھانا کھانے کا بھی ایک کشف ہے بیان فرمایا کہ حضرت مسیح کے ساتھ کھانا کھانے کا ایک کشف بھی آپ نے بیان فرمایا ہوا ہے۔ اور انہیں کشوف میں ایک کشف اہل ہنود کی توجہ کے متعلق بھی ہے ولکان لعاجلین (؟)۔ غرض یہ دعویٰ بیشک نیا ہے لیکن اس رنگ میں نیا نہیں علاوہ ازیں سیالکوٹ میں جب ہم اپنے مخدوم و مکرم حکیم میر حسام الدین صاحب کے ساتھ ان مکانات کے دیکھنے کے واسطے گئے۔ جہاں حضرت اقدس اپنے قیام سیالکوٹ میں رہا کرتے تھے تو راستہ میں میر حکیم حسام الدین صاحب نے بیان کیا کہ جب حضرت یہاں رہا کرتے تھے ان دنوں میں بھی کرشن جی کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ وہ ہند میں ایک نبی تھے۔ اس ذکر سے ہماری غرض یہ ہے کہ آپ ہمیشہ کرشن جی کی رسالت کے مصدق رہے اور یہ سنت اللہ ہے کہ جب کوئی مامور آتا ہے تو وہ اپنے سے پہلے رسولوں اور ماموروں کی تصدیق کیا کرتا ہے یہ امر آپ کی صداقت کی ایک روشن دلیل ہے۔

ہماری سمجھ میں یہ بات بھی آتی ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت اپنی توحید کو قایم کرنا چاہتا ہے۔ جیسا کہ حضرت کی بعثت کی یہی غرض ہے۔ چنانچہ فرمایا

خذوا التوحید التوحید یا ابناء

اور ایک جگہ فرمایا انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی۔ یہی غرض یہی عظیم الشان مقصد آپ کی رسالت کا ہے۔ مسیح موعود کے منصب پر آپ کے مامور ہونے کی ایک وجہ عظیم یہ بھی ہے کہ انسان کو خدائی کے جھوٹے منصب سے اتارا جاوے و ماقیل۔

چوں ظالم از ستم پرستند مسیح را
غیوری خدا بسرش کرد ہمسرم

مسیح کی خدائی کے بعد کرشن مہاراج کو بھی اس زمانہ کیوجہ سے بعض لوگوں نے خدا سمجھ لیا ہے اسلئے ان کی حقیقی عظمت ...... کو کھو بیٹھے ہیں (؟) پس خدا تعالیٰ نے حقیقت امر اظہار کے لئے اس نام سے بھی آپ کو پکارا ہے

غرض

یہ دعویٰ آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں سیالکوٹ میں مشتہر فرمایا اور اس اشتہار کے ضمن میں آریہ قوم کو دعوت بھی کی یعنی بہ حیثیت کرشن تبلیغ فرمائی۔

آخر میں یہ بھی واضح ہو کہ میرا اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ہی نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے اور جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں۔ اور میں عرصہ بیس برس سے یا کچھ زیادہ برسوں سے اس بات کو شہرت دے رہا ہوں کہ میں ان گناہوں کے دور کرنے کے لئے جن سے زمین پر ہو گئی ہے۔ جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں۔ ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں۔ جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ روحانی حقیقت کی رو سے میں وہی ہوں یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے۔ اس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے۔ کہ تو **ہندوں کیلئے کرشن** اور **مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود** ہے میں جانتا ہوں کہ جاہل مسلمان اس کو سنکر فی الفور یہ کہیں گے۔ کہ ایک کافر کا نام اپنے پر لیکر کفر کو صریح طور پر قبول کیا ہے۔ لیکن یہ خدا کی **وحی** ہے جس کے اظہار کے بغیر میں رہ نہیں سکتا۔ اور آج یہ پہلا دن ہے کہ ایسے بڑے مجمع میں اس بات کو میں پیش کرتا ہوں۔ کیونکہ جو لوگ خدا کی طرف سے ہوتے ہیں۔ وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے اب واضح ہو۔ کہ راجہ **کرشن** جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے۔ درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوں کے کسی **رشی** اور اوتار میں نہیں پائی جاتی۔ اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا۔ جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترتا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے فتحمند اور با اقبال تھا۔ **جس نے آریہ ورت** کی زمین کو پاپ سے صاف کیا۔ وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا۔ جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔ وہ خدا کی محبت سے پُر تھا۔ اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔ خدا کا وعدہ تھا۔ کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی **اوتار** پیدا کرے۔ سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔ مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا۔ کہ ہے **کرشن** رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔ سو میں **کرشن** سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں اس کا مظہر ہوں اور اس جگہ ایک اور راز درمیان میں ہے کہ جو صفات **کرشن** کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ (یعنی پاپ کا نشٹ کرنے والا اور غریبوں کی دلجوئی کرنے والا اور ان کو پالنے والا) یہی صفات **مسیح موعود** کے ہیں۔ پس گویا روحانیت کے رو سے **کرشن** اور **مسیح موعود** ایک ہی ہیں صرف قومی اصطلاح میں تغایر ہے۔ اب میں بحیثیت **کرشن** ہونے کے آریہ صاحبوں کو ان کی چند غلطیوں پر متنبہ کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک تو وہی ہے۔ جس کا ذکر میں پہلے بھی کر آیا ہوں کہ یہ طریق اور یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے کہ روحوں اور عالم کو جن کو **پرکرتی** یا پرمانو بھی کہتے ہیں۔ غیر مخلوق اور انادی سمجھا جائے غیر مخلوق بجز اس پرمیشر کے کوئی بھی نہیں جو کسی دوسرے کے سہارے سے زندہ ہیں وہ غیر مخلوق نہیں ہو سکتیں۔ کیا روحوں کے گن خود بخود ہیں؟۔ ان کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں؟ اگر یہی صحیح ہے تو روحوں کا جسموں میں داخل ہونا بھی خود بخود ہو سکتا ہے۔ اس طریق سے پرمیشر کا وجود ماننے کے لئے کوئی عقلی دلیل آپ کے ہاتھ میں نہیں رہے گی۔ کیونکہ عقل اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ تمام ارواح مع اپنے تمام گنوں کے جو ان کے اندر پائے جاتے ہیں۔ خود بخود ہیں تو اس دوسری بات کو بھی خود بخود قبول کرے گی کہ روحوں اور اجسام کا باہم اتصال یا انفصال بھی خود بخود ہے۔ اور جبکہ خود بخود ہونے کی بھی راہ کھلی ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک راہ کھلی رکھی جاوے اور دوسری بند کی جاوے یہ طریق کسی منطق سے درست نہیں ہو سکتا۔ پھر اس غلطی نے ایک اور غلطی میں آریہ صاحبوں کو پھنسا دیا ہے جس میں ان کا خود نقصان ہے۔ اور وہ یہ کہ آریہ صاحبوں نے مکتی کو میعادی ٹھہرا دیا ہے اور تناسخ ہمیشہ کے لئے گلے کا ہار قرار دیا گیا ہے۔ جس سے کبھی نجات نہیں۔ یہ بخل اور تنگدلی خدائے رحیم و کریم کیطرف منسوب کرنا عقل سلیم تجویز نہیں کر سکتی۔ جس حالت میں پرمیشر کو ابدی نجات دینے کی قدرت تھی اور وہ سرب شکتی مان تھا تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا بخل اس نے کیوں کیا۔ کہ اپنی قدرت کے فیض سے بندوں کو محروم رکھا۔ اور پھر یہ اعتراض اور بھی مضبوط ہوتا ہے۔ جبکہ دیکھا جاتا ہے کہ جن روحوں کو ایک طول طویل عذاب میں ڈالا ہے اور ہمیشہ کے لئے جونین بھگتنے کی مصیبت انکی قسمت میں لکھ دی ہے۔ وہ روحیں پرمیشور کی مخلوق بھی نہیں ہیں۔ اسکا جواب آریہ صاحبوں کیطرف سے یہ سنا گیا ہے کہ پرمیشر ہمیشہ کی مکتی دینے پر قادر تو تھا۔ سرب شکتی مان جو ہوا۔ لیکن میعادی مکتی اسوجہ سے تجویز کی گئی کہ تا سلسلہ تناسخ کا ٹوٹ نہ جائے کیونکہ جس حالت میں روحیں ایک تعداد مقررہ کے اندر ہیں اور اس سے زیادہ نہیں ہو سکتیں۔ پس ایسی صورت میں اگر دائمی مکتی ہوتی تو جونوں کا سلسلہ قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ کیونکہ جو روح نجات ابدی پا کر مکتی خانہ میں گئی۔ وہ تو گویا پرمیشور کے ہاتھ سے گئی اور اس روزمرہ کے خرچ کا آخری نتیجہ ضرور یہ ہونا تھا کہ ایک دن ایک روح بھی جونوں میں ڈالنے کے لئے پرمیشور کے ہاتھ میں نہ رہتی۔ اور کسی دن یہ نقص تمام ہو کر پرمیشور معطل ہو کر بیٹھ جاتا۔ پھر ان مجبوریوں کی وجہ سے پرمیشور نے یہ انتظام کیا کہ مکتی کو ایک حد تک محدود رکھا۔ اور پھر ابھی جگہ ایک اور اعتراض ہوتا تھا کہ پرمیشور نے گنہگاروں کو جو ایک دفعہ مکتی پا چکے اور گناہوں سے صاف ہو چکے۔ پھر مکتی خانہ سے کیوں بار بار نکالتا ہے۔ اس اعتراض کو پرمیشر نے اس طرح دفع کیا کہ ہر ایک شخص جسکو مکتی خانہ میں داخل کیا۔ ایک گناہ اس کے ذمہ رکھ لیا۔ اسی گناہ کی سزا میں آخر کار ہر ایک روح مکتی خانہ سے نکالی جاتی ہے۔ یہ نہایت افسوس

آریہ صاحبو سوچو۔ اب انصاف کرنا چاہیئے کہ جو شخص ان مجبوریوں میں پھنسا ہوا ہے۔ اسکو پرمیشر کیونکر کہہ سکتے ہیں بڑا افسوس ہے کہ آریہ صاحبوں نے ایک صاف مسئلہ خالقیت باری تعالےٰ سے انکار کرکے اپنے تئیں بڑی مشکلات میں ڈال لیا اور پرمیشر کے کاموں کو اپنے نفس کے کاموں پر قیاس کرکے اس کی توہین بھی کی۔ اور یہ نہ سوچا کہ ہر ایک صفت میں مخلوق کے پیمانہ صفات سے خدا کو ناپنا یہ ایک ایسی غلطی ہے جسکو اہل مناظرہ قیاس مع الفارق کہتے ہیں۔ اور یہ کہنا کہ نیستی سے ہستی نہیں ہو سکتی۔ یہ تو مخلوق کے کاموں کی نسبت عقل کا ایک ناقص تجربہ ہے پس اسی قاعدہ کے نیچے خدا کی صفات کو بھی داخل کرنا اگر ناسمجھی نہیں تو اور کیا ہے خدا بغیر جسمانی زبان کے بولتا ہے اور بغیر جسمانی کانوں کے سنتا ہے۔ اور بغیر جسمانی آنکھوں کے دیکھتا ہے اسی طرح وہ بغیر جسمانی لوازم کے پیدا بھی کرتا ہے اسکو مادہ کے لئے مجبور کرنا گویا خدا کی صفات سے معطل کرنا ہے۔ اور پھر اس عقیدہ میں ایک اور بھاری فساد ہے۔ کہ یہ عقیدہ انادی ہونے کی صفت میں ذرہ ذرہ کو خدا تعالےٰ کا شریک ٹھیراتا ہے۔ اور بت پرست تو چند بتوں کو ہی خدا کے شریک قرار دیتے ہیں۔ مگر اس عقیدہ کے رو سے تمام دنیا ہی خدا کی شریک ہے۔ کیونکہ ہر ایک ذرہ اپنے وجود کا آپ ہی خدا ہے۔ خدا تعالےٰ جانتا ہے۔ کہ میں یہ باتیں کسی بغض اور عداوت سے نہیں کہتا۔ بلکہ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ وید کی اصل تعلیم یہ ہرگز نہیں ہوگی۔ مجھے معلوم ہے کہ خود وید فلسفیوں کے اپنے عقیدے تھے۔ جن میں سے بہت سے لوگ آخر کار دہریہ ہو گئے۔ اور مجھے خوف ہے۔ کہ اگر آریہ صاحبوں نے اس عقیدہ سے دست کشی نہ کی تو ان کا انجام بھی یہی ہوگا۔ اور اسی عقیدہ کی شاخ جو تناسخ ہے وہ بھی خدا کے رحم اور فضل پر سخت دھبہ لگاتی ہے۔ کیونکہ جبکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دو تین بالشت کی جگہ میں اسقدر چیونٹیاں آتی ہوتی ہیں کہ گنتی کے حد سے زیادہ ہو جاتی ہیں۔ اور ہر ایک قطرہ پانی میں کئی ہزار کیڑا ہوتا ہے۔ اور دریا اور سمندر اور جنگل طرح طرح کے حیوانات اور کیڑوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ جن کی طرف ہم انسانی تعداد کو کچھ بھی نسبت نہیں دے سکتے اس صورت میں خیال آتا ہے۔ کہ اگر بفرض محال تناسخ صحیح ہے تو اب تک پرمیشر نے بنا بنایا لیا ہے؟ اور کسی کو مکتی دی اور آئندہ کیا امید رکھی جائے؟ ماسوا اس کے یہ قانون بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ سزا تو دی جائے۔ مگر سزا یافتہ شخص کو جرم پر اطلاع نہ دی جائے۔ اور پھر ایک نہایت مصیبت کی جگہ یہ ہے کہ مکتی تو گیان پر موقوف ہے۔ اور گیان ساتھ ساتھ برباد ہوتا رہتا ہے۔ اور کوئی کسی جون میں آنے والا عزاہ کیسا ہی پنڈت کیوں نہ ہو۔ کوئی حصہ وید کا یاد نہیں رکھتا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ جونوں کے ذریعہ سے مکتی پانا ہی محال ہے۔ اور جو جونوں کے چکر میں مجھ کر مرد اور عورتیں دنیا میں آتی ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی ایسی فہرست نہیں آتی۔ جس سے ان کے رشتوں کا حال معلوم ہو سکتا کوئی بچارا کسی ایسی نوزاد کو اپنی شادی میں نہ لاوے۔ جو دراصل اوس کی ہمشیرہ یا ماں ہی رہ چکی ہو۔ حقیقی نجات کی راہ اسلام نے بتلائی ہے۔ بلکہ حقیقی پاکی تب حاصل ہوتی ہے۔ جب انسان گندی زندگی سے توبہ کرکے ایک پاک زندگی کا خواہاں ہو اور اوس کے اصول کے لئے صرف تین باتیں ضروری ہیں۔ ایک تدبیر اور مجاہدہ کہ جہانتک ممکن ہو۔ گندی زندگی سے باہر آنے کے لئے کوشش کرے۔ اور دوسری دعا کہ ہر وقت جناب الٰہی میں نالاں رہے۔ تا وہ گندی زندگی سے اپنے ہاتھ سے اسکو باہر نکالے اور ایک ایسی آگ اس میں پیدا کرے جو بدی کے خس و خاشاک کو بھسم کر دے۔ اور ایک ایسی قوت عنایت کرے جو نفسانی جذبات پر غالب آجاوے۔ اور چاہئے کہ اسی طرح دعا میں لگا رہے۔ جب تک کہ وہ وقت آجاوے کہ ایک الٰہی نور اس کے دل پر نازل ہو۔ اور ایک ایسا چمکتا ہوا شعاع اوس کے نفس پر گرے۔ کہ تمام تاریکیوں کو دور کردے۔ اور اوس کی کمزوریاں دور فرمائے اور اس میں پاک تبدیلی پیدا کرے۔ کیونکہ دعاؤں میں بلاشبہ تاثیر ہے۔ اگر مردے زندہ ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے اور اگر اسیر رہائی پا سکتے ہیں۔ تو دعاؤں سے۔ اور اگر گندے پاک ہو سکتے ہیں۔ تو دعاؤں سے۔ مگر دعا کرنا اور مرنا قریب قریب ہے۔ تیسرا طریق صحبت کاملین اور صالحین ہے۔ کیونکہ ایک چراغ کے ذریعہ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے غرض یہ تین طریق ہیں گناہوں سے نجات پانے کے ہیں جنکے اجتماع سے آخر کار فضل خدا شامل حال ہو جاتا ہے۔ نہ یہ کہ خون مسیح کا عقیدہ قبول کرکے آپ ہی اپنے دل میں سمجھ لیں۔ کہ ہم گناہوں سے نجات پا گئے۔ یہ تو اپنے تئیں آپ دھوکا دینا ہے۔ انسان ایک بڑے مطلب کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اوسکا کمال صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ وہ گناہوں کو چھوڑ دے بہت سے جانور بھی بھی گناہ نہیں کرتے۔ تو کیا وہ کامل کہلا سکتے ہیں اور کیا ہم کسی سے اس طرح پر کوئی انعام حاصل کر سکتے ہیں۔ انعام حاصل کرسکتے ہیں کہ ہم نے تیرا کوئی گناہ نہیں کیا۔ بلکہ مخلصانہ خدمات سے انعام حاصل کرتے ہیں۔ اور وہ خدمت خدا کی راہ میں یہ ہے کہ انسان صرف اوسی کا ہو جائے۔ اور اوس کی محبت سے تمام محبتوں کو توڑ دے۔ اور اس کی رضا کے لئے اپنی رضا چھوڑ دے۔ اس جگہ قرآن شریف نے خوب مثال دی ہے اور وہ یہ کہ کوئی مومن کامل نہیں ہو سکتا۔ جبتک وہ دو شربت نہ پی لے۔ پہلا شربت گناہ کی محبت ٹھنڈی ہونے کا جسکا نام قرآن شریف نے شربت کافوری رکھا ہے۔ لیکن افسوس کہ عیسائی صاحبوں اور آریا صاحبوں نے اس راہ کو اختیار نہ کیا۔ آریہ صاحبان تو اسطرف جھک گئے ہیں کہ گناہ بہرحالت خواہ توبہ ہو یا نہ ہو قابل سزا ہے۔ جس سے بےشمار جونیں بھگتنی پڑیں گی اور عیسائی صاحبان گناہ سے نجات پانے کی وہ راہ بیان فرماتے ہیں جو ابھی میں ذکر کر چکا ہوں۔ دونوں فریق اصل مطلب سے دور پڑ گئے ہیں اور جس دروازہ سے داخل ہونا تھا اوس کو چھوڑ کر دور دور جنگلوں میں سرگرداں ہیں۔ +

پھر عیسائی مذہب کی کمزوریوں پر بحث کرکے اپنے دعاوی کے ثبوت پر کسی قدر بسط سے کلام فرمایا اور پھر اپنے سیالکوٹ کے سابق قیام کا مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا۔

براہین کی تالیف کے زمانہ کے قریب اسی شہر میں تقریباً سات سال رہ چکا۔ تاہم آپ صاحبوں میں ایسے لوگ کم ہونگے جو مجھ سے واقفیت رکھتے ہوں۔ کیونکہ میں اوس وقت گمنام آدمی تھا۔ اور احد من الناس تھا۔ اور میری کوئی عظمت اور عزت لوگوں کی نگاہ میں نہ تھی۔ مگر وہ زمانہ میرے لئے نہایت شیریں تھا کہ انجمن میں خلوت تھی اور کثرت میں وحدت تھی۔ اور شہر میں ایسا رہتا تھا جیسا کہ ایک شخص جنگل میں۔ مجھے اس زمین سے ایسی ہی محبت ہے جیسا کہ قادیان سے کیونکہ میں اپنی اوائل زمانہ کی عمر میں سے ایک حصہ اس میں گزار چکا ہوں۔ اور اس شہر کی گلیوں میں بہت سا پھر چکا ہوں میرے اوس زمانہ کے دوست اور مخلص اس شہر میں ایک بزرگ ہیں یعنی حکیم حسام الدین صاحب جن کو اوس وقت بھی مجھ سے بہت محبت رہی ہے وہ شہادت دے سکتے ہیں۔ کہ وہ کیسا زمانہ تھا اور کیسی گمنامی کے گڑھے میں میرا وجود تھا۔ اب میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ ایسے زمانہ میں ایسی عظیم الشان پیشگوئی کرنا کہ ایسے گمنام کا آخر کار یہ مرجع ہوگا۔ کہ لاکھوں لوگ اس کے تابع اور مرید ہو جائیں گے۔ اور فوج در فوج لوگ بیعت کریں گے۔ اور باوجود دشمنوں کی سخت مخالفت کے رجوع خلائق میں فرق نہیں آئے گا بلکہ اسقدر لوگوں کی کثرت ہوگی کہ قریب ہوگا کہ وہ لوگ تھکا دیں کیا یہ انسان کے اختیار میں ہے اور کیا ایسی پیشگوئی کوئی مکار کر سکتا ہے کہ ۲۴ سال پہلے تنہائی اور بےکسی کے زمانہ میں ایسا عروج اور مرجع خلائق ہونے کی خبر دے؟

اور سب سے آخر جیسا کہ حضور کا معمول ہے کہ اپنی ہر تصنیف و تالیف میں گورنمنٹ انگلشیہ کا شکر اپنی ذات پر فرض سمجھتے ہیں اس لیکچر کو اس طرح پر ختم کیا۔

اخیر پر ہم اس گورنمنٹ انگریزی کے سچے دل سے شکر گزار ہیں۔ جس نے ایسی کشادہ دلی سے ہمیں مذہبی آزادی عطا فرمائی یہ آزادی جس کی وجہ سے ہم نہایت ضروری دینی علوم کو لوگوں تک پہونچاتے ہیں۔ یہ ایسی نعمت نہیں ہے جس کی وجہ سے معمولی طور پر ہم اس گورنمنٹ کا شکر کریں۔ بلکہ تہ دل سے شکر کرنا چاہئے۔ اگر یہ گورنمنٹ عالیہ ہمیں کئی لاکھ کی جاگیر دیتی مگر یہ آزادی نہ دیتی تو ہم سچ سچ کہتے ہیں۔ کہ وہ جاگیر اوس کے برابر نہ تھی۔ کیونکہ دنیا کا مال فانی ہے۔ مگر یہ وہ مال ہے جسکو فنا نہیں ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ اس محسن گورنمنٹ کے سچے دل سے شکرگزار رہیں کیونکہ جو انسان کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا بھی نہیں کرتا۔ نیک انسان وہی ہے کہ جیسے خدا تعالےٰ کا شکر کرتا ہے۔ اوس انسان کا بھی شکر کرے جس کے ذریعہ اس منعم حقیقی کی کوئی نعمت اوس کو پہونچی ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

یہ لیکچر نہایت قابلیت کے ساتھ پڑھا گیا ہم نے جیسا کہ کہا ہے زیادہ جو دیکھو مولوی صاحب کی طبیعت ناساز تھی لیکن محض خدا کے فضل سے انہوں نے ایسے ذوق و شوق سے ادا کیا۔

میر مجلس کی آخری تقریر

مولوی صاحب جب لیکچر ختم کر چکے تو حضرت حکیم الامۃ نے جو اس مجلس کے لحاظ سے بحیثیت میر مجلس تھے اور اوس وقت وہ اس لیکچر کو سننے کے بعد جو نئے اس سے اپنی روح میں ایک خاص قسم کی گدازش پیدا ہو چکی تھی جو آپ کے چہرہ اور آواز سے معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ نے کھڑے ہوکر آخری تقریر جلسہ کو ختم کرنے کے واسطے مندرجہ ذیل الفاظ میں کی

صاحبان! لیکچر کو آپ نے کانوں سے سن لیا ہے وہ لیکچر ہوا کہ ذریعہ آپ کے کانوں تک پہونچا جو آپ نے اسے جہاں تک میں دیکھتا ہوں غور اور توجہ سے سنا ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ آپ کو زیادہ فکر کرنے اور تنہائی میں غور کرنے کا کافی موقع مل سکے وہ لیکچر مطبوعہ (چھپا ہوا) بھی مل سکتا ہے اور اسی لئے وہ چھپایا گیا ہے تاکہ آپ اس پر غور کریں۔ فکر کریں اور تدبر کریں۔ آنکھوں سے اسے دیکھ لیں۔

نیوگ اور تعلیم یافتہ ہندو پبلک

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

نیوگ کی شرمناک تعلیم (جسکو بشارد کا ایک مرد پیشہ اپنے فیصد میں زناکاری لکھتا ہے) کے انسداد کے متعلق ہم نے وقتاً فوقتاً لکھا ہے اور ہمارے سید و مولیٰ امام نے محض خیر خواہی سے آریہ سماج کو اس خطرناک اخلاقی کمزوری سے آگاہ کیا ہے مگر آریہ سماج نے اسے دشمنی کی نظر سے دیکھا۔ اب سالانہ جلسہ آریہ سماج لاہور پر ہندو قوم کی بد قسمتی سے ماسٹر ہنسراج صاحب نے مسئلہ نیوگ پر ایک لیکچر دیا جسنے ہندو سنجیدہ پبلک میں آگ لگا دی اور اس نے ان خطرناک نتائج کو روکنے کے واسطے جو اس لیکچر سے ہونے تھے کوشش شروع کر دی ہے۔ چنانچہ لاہور میں اس قسم کی پاک تحریک کے متعلق ایک ذی علم اور اہل ملک کی سوشل اور مارل اصلاح میں نمایاں حصہ لینے والے نوجوان نے لاہور کے ایک جلسہ کے متعلق مختصر سے نوٹ ہمیں بھیجے ہیں جنکو ہم انھیں کے الفاظ میں ذیل میں درج کرتے ہیں اور اپنے معزز اور مخلص دوست سے امید کرتے ہیں کہ وہ اس قسم کے تحریک کے حالات سے ہمیں اطلاع دیتا رہے گا۔ ہم یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان حالات کا لکھنے والا کوئی معمولی آدمی نہیں بلکہ ایک روشن خیال نوجوان ہے جو ایک اصلاحی مجلس کا سکرٹری بھی ہے۔ ہم ان نیک خیال ہندوؤں کو مبارکباد دیتے ہیں اور انکی پاک مساعی کی قدر کرتے ہیں جو انھوں نے قبل از وقت نیوگ کی خرابیوں کو سوچ لیا ہے۔ ہم کسی دوسرے وقت ممکن ہے ذرا تفصیل سے لکھ سکیں اب ہم اصل مراسلہ درج کرتے ہیں۔

قومی اخلاق پر نیوگ کا اثر

۲۴ نومبر کی شب کو برہمو مندر واقعہ انارکلی لاہور میں زیر سرپرستی سوشل ریفارم اسوسی ایشن زیر صدارت بالاسمعون میر لالہ ہر دیال صاحب - ایم - اے نے (جو یونیورسٹی تعلیم میں ایک غیر معمولی لیاقت کا ہندو نوجوان پنجاب میں ان دنوں مشہور ہے) ایک لیکچر دیا حاضرین کی تعداد خاصی تھی لیکچرار سنسکرت میں بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے اور بہت جالیہ ہندو معلوم ہوتا ہے۔ وجہ اس لیکچر کی بظاہر یہی ہے کہ لالہ ہنسراج صاحب پرنسپل آریہ کالج لاہور نے جو کہ اس دفعہ آریہ سماج کے سالانہ جلسہ پر نیوگ کے عنوان پر ایک لیکچر دیا تھا اور اپنے پھر اور پوچ دلائل نیوگ کی تائید میں جو ہمارے لیکچرار صاحب نے سنے تھے اس سے انکو سخت افسوس ہوا تھا بلکہ یہاں تک رنج پہونچا تھا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ نیوگ کی تائید کرنے والے پر آسمان ٹوٹ پڑتا یا اسکو زمین نگل لیتی یا بجلی گر پڑتی تو اس سے ہزار درجہ بہتر تھا بہ نسبت اسکے کہ ہم ایسے بیہودہ دلائل سنتے۔ اور انکو سخت شرم محسوس ہوئی جب سیتا وغیرہ نیک بخت ماتاؤں اور ہندو دیویوں کے نام اس ناپاک مضمون کے ضمن میں لیے گئے۔ یہاں لالہ ہردیال صاحب خود آج لیکچر میں ہنسنے پر مجبور تھے۔ میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ یہ لیکچر اس قدر شوق سے تھا کہ میں نے ہنسی کو روکنے کی اور اسپر ملامت سنے اور خود کہے اور کہی گئی ہیں اسکی تردید میں پڑھیں گے مگر جو اثر اس لیکچر نے سامعین پر کیا وہ بیان سے باہر ہے۔ یہاں تک کہ جو رذیل آریہ تھے بے حد و ملال موجود تھے سوم گیارہ پگھل گئے اور بعض تو تجلیات میں غرق ہوئے جاتے تھے اور لیکچرار صاحب نے بڑے زور سے کہا کہ جب تک ہم ان پاک اصول کو ایک بیسویں صدی کے رشی کی کتاب کے اندر ہی درج ہوا دیکھتے تھے تو چنداں نقصان نہ سمجھتے تھے مگر اب ایک ہندو قومی کالج کے پرنسپل کی زبان سے سنکر اخلاقی بربادی کا سخت احتمال پیدا ہو گیا ہے اور اس آیندہ آنیوالے طوفان بے تمیزی کے برپا ہونے کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے اور جب اس تحریک کے محرک ایک قومی کالج کے پرنسپل ہوئے ہیں اور یہ پرنسپل بھی وہ جنکے الفاظ اس انسٹیٹیوشن کے طلبا کے نزدیک غلطی سے مبرا خیال کیے جاتے ہوں تو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر اس کالج پر صادق آنے کا عین الیقین ہو گیا ہے

گر ہمیں مکتب است و ہمیں ملا

کار طفلاں تمام خواہد شد

لیکچرار صاحب نے کہا کہ نوجوان تو ہمیشہ اسکی تلاش میں رہتے ہیں کہ اگر انکو اجازت بخشی جاوے تو وہ اس اہم مشکل کو حل کرنے کا جلد بیڑا اٹھائیں۔ وہ اس لکوبیتو میں نہیں آئیں گے تو اسکا ابھی وقت نہیں آیا۔ بلکہ لیکچرار صاحب نے نہایت مؤثر الفاظ میں سخت رنج دلا کر وہ ظاہر کیا کہ ہمکو یہ سبق دیا جاتا ہے کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہم نیوگ پر عمل کریں۔ کیونکہ ہمارے اخلاق فی الحال گرے ہوئے ہیں اور جب مکمل تہذیب ہم حاصل کر لیں گے تو پھر اس زناکاری کی ضرورت محسوس ہوگی۔ شرم !! ۔ اوز رجا ہے کہ خدا کرے کہ ہم ایسی اعلیٰ تہذیب پر کبھی بھی نہ پہونچیں جو ہمکو اس ناپاک اصول اور زناکاری کی نوبت تک پہونچا دے۔ اس سے تو ڈوب مرنا بہتر ہے۔ علاوہ ازیں نیوگ کو ایک بڑی بھاری اخلاقی بیماری ثابت کیا اور حاضرین سے اپیل کی کہ اس بیماری کو تھوڑا نہ جانیے گو یہ شروع میں کم دکھائی دیتی ہے مگر اخیر پر بڑی خوفناک ہو جاتی اور کہا کہ یہ بالکل غلط ثابت ہوا جو ہم آریہ سماج کو رہنما ہمرازِ ملک کا خیر خواہ سمجھتے تھے۔ کیا ان کا دعویٰ - اعلیٰ اخلاق - اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ نظام کیا یہی نیوگ تھا !! اور درخواست کی کہ کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور باغیرت ہندو اس اخلاق کے تباہ کرنیوالے مسئلہ پر کان نہ دھرے۔ بلکہ جنمیں غیرت اور خون حمیت ہے وہ اس طریق سے سنتان اتپتی کرنے کے بجائے دنیا سے اپنی عصمت اور ننگ و ناموس لیکر نیست و نابود ہو جائیں تو ہزار درجہ بہتر ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہندو عورتیں اپنی پاکدامنی کو لیکر اپنے پتی کے ساتھ راکھ ہو جایا کرتی تھیں۔ اور نیوگ کو بہت برا فعل ثابت کیا اور اس زمانہ کے ہندو رشی تہذیب و اخلاق کے سخت مخالف کہا۔ اور اپنشد دھرم شاستروں کی تعریف کی کہ وہ اس مسئلہ کی ضرورت کو تیاگ چکے ہیں۔ اور اس کل جگ میں اسکی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

اور پرنسپل صاحب کے اس خیال کی نہایت عمدگی سے تردید کی جو انھوں نے اہل اسلام اور عیسائیوں پر بزدلانہ حملہ کرتے ہوئے طلاق کے مسئلہ کے ساتھ نیوگ کا مقابلہ کیا تھا اور کہا کہ طلاق اور نیوگ کا آپس میں کوئی لگاؤ نہیں کیونکہ طلاق مرد و عورت میں علیحدگی پیدا کرنیکا طریق ہے اور نیوگ ایک بے تعلق مرد و عورت میں ملاپ پیدا کرنیکا اصول ہے سو ہمیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ الغرض لیکچرار نے ایک سلسلہ اور نہایت موزون طریق سے پہلے شادی یعنی بیاہ اور بواہ کی تعریف کی پھر نیوگ کی تعریف۔ پھر نیوگ کن حالتوں میں ہو سکتا ہے اس کا ذکر اور پھر ان اشخاص کے مابین ہو سکتا انکا تذکرہ نہایت وضاحت کے ساتھ کیا اور کامل دو گھنٹے تک یہ لیکچر ہوتا رہا۔ اور نیوگ کے تمام حسن و قبح کا ایک فوٹو کھینچکر دکھا دیا گیا۔ اثناء لیکچر میں اکثر واقعات پر حاضرین ظلم! شرم!! بلند آواز سے کہتے تھے۔ اور حاضرین میں وہ جوش پیدا ہوا کہ اسی جلسہ میں نیوگ کے مخرب اخلاق ٹھیرانے کے لیے ایک ریزولیوشن پیش کیا گیا جسکی بڑی زور و شور سے تمام اطراف سے تائید ہونے لگی۔ مگر انھیں اپنی جبلی عادت کے مطابق آریوں نے واویلا مچانا شروع کیا اور برہمو سماج پر حملے کرنے لگے چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صدر جلسہ نے ریزولیوشن کو فی الحال ملتوی رکھنے کی سفارش کی۔ امید ہے کہ شاید اُدھر بھی جلسے ہوں گے چنانچہ ۵ دسمبر کی شام کو ماسٹر دیوی دیال صاحب بی۔ اے نے آریہ سماج انارکلی میں لالہ ہر دیال کے برخلاف لیکچر دیا مگر اسمیں لالہ ہنسراج صاحب کی نسبت بھی زیادہ بودے دلائل پیش کیے گئے چنانچہ آج پھر ۹ دسمبر کی شام کو برہمو مندر میں لالہ ہر دیال صاحب - ایم - اے نیوگ کے برخلاف ایک اور لیکچر دیں گے۔

راقم چیف کورٹ کا ایک کلرک یکے از حاضرین

کیا غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز ہے ؟

الجواب - حضرۃ اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے ضمیمہ تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۸ کے حاشیہ میں دربارہ اس مسئلہ کے حسب ذیل تحریر فرمایا ہے۔

"اس کلام الٰہی سے ظاہر ہے کہ تکفیر کرنیوالے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہے اسلیے وہ اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص انکے پیچھے نماز پڑھے کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے پس یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ اماَمکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا پس تم ایسا ہی کرو کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔ جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھیراتا ہے اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا اسمیں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں عزت سے نہیں دیکھتا اسلیے آسمان پر اسکی عزت نہیں۔"

اس عبارت پُر بشارت میں یہ خاص جزیہ ذیل کا بصراحت مذکور نہیں ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص جماعت احمدیہ میں سے جسپر حج کی فرضیت اشرائط مندرجہ قرآن و سنت صحیحہ کے ثابت ہو گئی ہو پا اور اس فرض حج کے ادا کرنے کی ضرورت کے لیے کوئی شخص احمدی کا حج کر نیکو جاوے تو اس کا کیا حکم ہے ؟ لہٰذا ۹ نومبر کو حضرت کی خدمت بابرکت میں حسب ذیل یہ مسئلہ پیش ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ در صورت فرضیت حج کے بشرائط اسپر فرض ہوا ہے تو وہ شخص احمدی غیر مکذب کے پیچھے جسپر اتمام حجت نہ ہوا ہو نماز پڑھ سکتا ہے کیونکہ ان لوگوں پر ابھی تک اتمام حجت پورے طور پر نہیں ہوا اور وہ بے خبر ہیں جب اتمام حجت ہو لیگا اور پھر بھی وہ انکار کرینگے اور اس قسم کے مشکلات پیش آئینگے تو خود اللہ تعالیٰ کوئی راہ پیدا کر دیگا یہ ارشاد ۹ نومبر کا عبارت تحفہ گولڑویہ کے ساتھ کچھ منافقت نہیں رکھتا ہے کیونکہ اسمیں الفاظ مکفر مکذب اور متردد کے موجود ہیں جنکے پیچھے عدم جواز نماز کا ارشاد ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی شخص متردد یا مکذب تبھی ہو سکتا ہے جبکہ اُسے تبلیغ ہو چکی ہو ورنہ تردد کس امر میں کریگا اور کسکی تکذیب اس ارشاد اور عبارت تحفہ گولڑویہ میں کوئی تعارض نہیں ہے چونکہ بعض صاحبان کے خطوط ایسے آئے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ انھوں نے تعارض سمجھا ہو لہٰذا اطلاعاً اسکی تفصیل کر دیگئی اور اگر کوئی لفظ موہم تعارض کا بھی بر وجہ انسب میں لکھا گیا ہو تو یہ اسکی اصلاحت ہے چنانچہ زیادہ احتیاط کیلیے عصر کی نماز کے وقت مولوی عبد الکریم صاحب نے حضرت کے حضور بھی اس امر کو پیش کیا کہ غیر مبایع کے پیچھے نماز کیلیے کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا کہ میرا وہی مذہب ہے جو میں کتابوں سے ظاہر کرتا ہوں کہ کسی غیر مبایع شخص کے پیچھے خواہ وہ کیسا ہی ہو اور لوگ اسکی کیسی ہی تعریف کریں نماز نہ پڑھو۔

بغیر یہ حکم خدا تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ ایسا ہی چاہتا ہے اگر کوئی شخص متردد یا مذبذب ہے تو وہ بھی مکذب ہی ہے منشا الٰہی کا ارادہ ہے کہ اسطرح احمدی ایک امر اس کے غیر میں تمیز اور تمیز کر دے سو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی صفائی سے آخر تک اس نزاع کا فیصلہ کر دیا۔ والحمد للہ +

ہر کسے مختار است بہ واقعہ فرشتہ در کتاب خورش مے نویسد و دیگر ہر کہ این عمل کند منتسب و ماجور خواہد شد نسلاً آئندہ وکتاب اورا دیدہ و عمل آن مے کنند ز بر اقوال مردم عامی ہرچہ اگر کسے حکیم نباشد یا حکیم بود ولش مشتبہ باشد دیگر نسخہ بعکس بیمار نشانش بدہد اگر این شخص عاقل است ہرگز نسخہ او را استعمال نخواہد کرد ولو نسخہ اش مفید ہم باشد زیرا کہ در علامت وعلاجات دخلے ندارد و اندیشہ ضرر یقین است زیرا کہ حکیم نیست و احتمال فائدہ اتفاقی۔ و این چنین وقائع بسیار اتفاق افتادہ کہ مردم جاہل از دست مردم تجربہ کار بہلاکت رسیدہ اند۔ پس ہر ہر طبیب حاذق امر فرمودہ و ہر نسخہ کہ او تجویز کردہ مفید است۔ و حکیم ما چندان نسخہ ہا از برائے ما از خدا آوردہ بلکہ از برائے امراض لاحقہ بالاستعمال کردانندہ ہمہ نسخہ ہا و علاج ہا برائے تمام شد ندو ہیچ نسخہ و علاجے باقی نماندہ کہ ما محتاج بودے شویم و اگر در مجموعہ نسخہ ہائے موجود نباشد چنانچہ خود مش این خبر دادہ۔ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ۔ الخ۔ ما را چہ ضرورت کہ از مردم غیر و لو علامہ حلّی باشد یا خواجہ نصیر نسخہ ہائے بیاموزیم بلے اگر کسے نسخہ مفید نشان میدہد باید کہ آن را ہمراہ مجموعہ نسخہ ہائے خود مقابلہ کنیم کہ مطابق ایشان است یا مخالف یا در مجموعہ نسخہ ہائے ما موجود است یا نہ و اگر فی الواقع نسخہ مفید است باید کہ در آن موجود باشد زیرا کہ نسخہ ہائیش تکمیل یافتہ اند و ہیچ ضرورت لاحقہ نیست کہ بلا حرش نہ ارشاد کردہ باشد پس اگر در نسخہ ہائے ما موجود نباشد بدرے مخالفت داشتہ باشد بر بالکلش او خواہیم کرد کہ تو حکیم حاذق نیستی و این نسخہ صحیح نیست زیرا کہ در طب ما موجود نیست و طبیب ما از حکیم حاذق مروی نیست کہ از برائے ہر قسم امراض۔ علاجے و نسخہ تجویز فرمودہ نوشتہ است فقدبر۔ حالا شما خود فکر کنید کہ این سخن چہ قدر بیہودگی با خود دارد کہ شہادت امام حسین کفارہ ذنوب مومنین باشد تعجب است این عقل و دانش وقت است این نسخہ را مقلد رخیال ندارید کہ شفا از مید را مرض قولنج لاحق گشتہ پس اگر بجائے زید عمرو دوا بخورد قولنج زید را چہ فائدہ خواہد بخشید رفع نیست کہ زید چون خود دوا نخورد از مرض قولنج شفا یابد۔ (باقی آئندہ)

خاکسار نذر علی از صوابے سابق شیعہ

کارخانہ احمدی راحت روح عطریات

یہ کارخانہ قنوج میں قدیم ہے بلحاظ تغیرات زمانہ اور کارخانہ کثرت سے ہو گئے بلحاظ قدامت اب بہت ترقی کر گیا ہے اور عطر تیل وغیرہ اوزات صفائی سے طیار کئے جاتے ہیں اور خوش معاملگی سے کارخانہ انجام دیتا ہے شائقین بعوض نمونہ ضرور طلب کریں۔

راقم محمد عبد الصمد سعد اللہ تاجران عطر قنوج

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

امریکا کے بعض اخبار ناقل ہیں کہ گورنمنٹ فرانس نے پولیس بھیجکر راہبوں اور پادریوں کو گرجاؤں سے نکلوا دیا اور بہت سے گرجا گھر گروا دیئے گویا کہ فرانس میں مذہبی پابندی اور دین کے مٹانے کی پوری کوشش ہو رہی ہے (خس کم جہان پاک)

آسٹریلیا میں دیسی کالے آدمیوں نے بغاوت کر کے بہت سے پادریوں اور منوں کو تہ تیغ کیا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تمام گوروں کو قتل کر کے ان ملک خالی کر دیں مگر حکومت آسٹریلیا نے مداخلت کر کے باغیوں کو گرفتار کر دیا اور ان کو سخت سزائیں دیں۔ خوب!

بیت المقدس میں دو کالج نئے قائم ہونے والے ہیں ایک صنعت و حرفت کا ہوگا اور دوسرا ٹریننگ کالج اور ساتھ ہی اور ٹائی سکول بھی کھلیں گے۔

مصری محکمہ اوقاف نے قاہرہ میں اپاہج اور درماندہ عورتوں کیلئے (جو کسی طرح کما کر اپنا پیٹ نہیں پال سکتی ہیں) ایک نکیہ یا غریب خانہ بنایا ہے جہاں آئندہ سے اپاہج عورتیں رہا کریں گی اور دین سے ان کو کھانا ملا کرے گا اور رمضان میں اس غریب خانہ کا رسمی طور پر افتتاح ہوا۔

یونس کے الصواب نامی اخبار سے معلوم ہوا کہ سلطان المغرب کی ناظر کے حرم کے ہر بڑے شہر میں ایک تجارتی مدرسہ کھولا جاوے گا تاکہ ملک میں مذاق تجارت پیدا ہو۔

ایک روسی دولتمند مسلمان نے بہت سا روپیہ اس غرض وقف کیا ہے کہ ماسکو میں ایک اور مسجد بنائی جاوے اس لئے کہ جو مسجد اب موجود ہے اس میں اتنی گنجائش نہیں کہ تمام مسلمان جمع ہو کر نماز پڑھ سکیں۔

امریکہ کی ریاست اوہایو کے ایک سینیٹ کی میونسپلٹی نے ایک قانون بنایا ہے جس کے بموجب شرابی کو ایک ہاتھ سے کھینچنے والی گاڑی میں بٹھا کر دوسروں کی عبرت کیلئے تمام شہر میں گشت کرایا جاوے۔

مرض النوم لورپول کی انجمن تحقیقات نے اس مرض کے متعلق ایک سلسلہ رپورٹوں کا شائع کیا ہے جس میں اس مرض کی وجہ ان کیڑوں کو بتایا گیا ہے جو ریڑھ کی ہڈی اور حرام مغز کی رطوبت میں پڑ جاتے ہیں اب ان کیڑوں کی ہلاکت کے اسباب بہم پہنچائے جاتے ہیں۔

علی آباد واقعہ حیدر آباد میں ایک عیسائی حالت نشہ میں چراغ جلا رہا تھا کہ اس کے کپڑوں میں چراغ سے آگ لگ گئی اور اس کو اس وقت خبر ہوئی جب اس کے بدن کو آگ نے جلس دیا جب وہ شفاخانہ میں پہونچا تو تڑپ تڑپ کر مر گیا اور عبرت

کلکتہ میں ایک دہوکہ باز فقیر اور کیمیا ساز نے لالہ بازار کے مشہور بنگالی امیر کے چار ہزار کے

نوٹ لیکر چلتا بنا تلاش ہو رہی ہے۔ (بنگالی صاحب کو ابھی اکسیر کی رنگا ہی تاک ہو)

معمولی طور پر چینے کا روزانہ خرچ انگلستان میں دو شلنگ اور جرمنی میں سہ شلنگ

جرمنی میں بورڈنگ ہوس کا طریق نہیں طلبا والدین کے پاس رہتے ہیں اور پردیسی کسی رشتہ دار یا مربی کے ساتھ۔

بقول ڈاکٹر ایڈورڈ موٹر کار کی سواری بہت سے امراض کیلئے مفید ہے بیخوابی کا شرطیہ علاج ہے نیز سل اور دق کے اقسام امراض سینہ کیلئے بہی نافع ہے ورس کے واسطے تیر بہدف ہے اور دماغ کی پریشانی اور قلب کا ضعف دور کرنے کیلئے اس سے بہتر کوئی علاج نہیں ہے (سواری کیا ہے اچھا خاصہ شفاخانہ ہے)

مار گزیدہ کا بہترین علاج اخبار ایڈوکیٹ بتاتا ہے کہ لہسن کو کوٹ کر نشتر میں ملا کر اور ڈنگ پر لگا دیں۔

عراق میں سخت وبا پھیلی ہوئی ہے تمام لوگ بغداد وغیرہ کی آبادی کو چھوڑ کر دجلہ کے کنارے پڑے ہوئے ہیں روزانہ اموات کی تعداد سینکڑوں سے تجاوز کر رہی ہے۔

جاپانی۔ امیر المجرو کی بیوی نے جس روز سے جنگ شروع ہوئی ہے تمام سامان راحت اور لذات دنیاوی ترک کر دی ہیں یہاں تک کہ معمولی ضرورت کے آرام کی چیزیں بھی چھوڑ دیں تمام گاڑیاں بیچ ڈالی ہیں اور ہمیشہ پیدل چلتی ہیں اور اس کفایت شعاری سے جو بچت ہوتی ہے وہ مجروحین جنگ کے امدادی فنڈ میں دیجاتی ہے (جس قوم کے امیر کی یہ کیفیت ہو اس کے سامنے روس جیسے حریف پر فتح پانا کوئی عجیبات نہیں)

حقہ۔ سگار۔ سگرٹ۔ چاء اور قہوہ اور ایسی چیزیں جو کہ صرف رگوں میں جوش پیدا کرتی ہیں بچوں کیلئے سخت مضر بتائی جاتی ہیں چنانچہ انگلستان میں بچوں کو ۲۰ یا ۱۳ برس کی عمر تک چاء نہیں دیجاتی بلکہ صرف دودھ دیا جاتا ہے سکولوں میں سگرٹ پینے کی سخت ممانعت ہے اور والدین نہایت سختی کے ساتھ سگرٹ پینے سے لڑکوں کو روکتے ہیں جرمنی میں بھی اسپر سختی کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے اگر کوئی ماسٹر کسی سکول کے طالب علم کو سگرٹ پیتے ہوئے دیکھے تو اسپر جرمانہ ہوتا ہے۔ ہمارے بزرگ بھی اس راز سے آگاہ تھے بچوں کو بزرگوں کے سامنے حقہ پینا خطرناک عیب سمجھا جاتا تھا جس سے مطلب یہ تھا کہ بچے حقہ نہ پئیں۔ مگر آج سگرٹ سگار اس کثرت سے استعمال ہو رہے ہیں کہ بچوں اور مردوں سے گذر کر عورتوں تک یہ نامراد مرض پہونچ گیا ہے اور طالبعلموں کیلئے تو ایک فیشن اور لوازمات زندگی کا جزو ہو چلا ہے خدا رحم کرے۔

اسی سگرٹ نوشی کے متعلق جنوبی افریقہ کا ایک پرنسپل اپنے تین سال تجربہ کر اسطرح شائع کرتا ہے کہ سکول میں ۱۲۵ طلبا سگرٹ پینے کے عادی تھے انمیں سے ۲۵ پر تو ہر وقت غنودگی طاری رہتی تھی اور وہ مطالعہ نہ کر سکتے تھے۔ ۴ سست رہتے اور

۲۲ کا حافظہ جاتا اور بعض چلنے پہرنے سے کمزوری محسوس کرتے تھے جو لوگ سگرٹ پینے کے عاشق ہیں وہ اس کو غور سے پڑہیں امریکہ کے ایک ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ سگرٹ میں پانچ چیزیں ایسی مخلوط ہیں جو انسان کو جلد ہلاک کر دیتی ہیں ۱۔ تمباکو کا تیل ۲۔ اس کاغذ کا عرق جو اس کے اوپر لپٹا ہوا ہوتا ہے ۳۔ سنکھیا جو اس غرض سے ملایا جاتا ہے کہ دہواں سفید نکلے ۴۔ شورہ جس سے یہ منظور ہوتا ہے کہ تمباکو بگڑ پڑے ۵۔ افیون تاکہ پیتے ہی دماغ میں اثر پہونچ جاوے۔ سگرٹ پینے والے کیا غور کریں گے؟

دلچسپ خبریں

یورپ میں رات کو چلنے والا ایک پرندہ ہے جو شمالی افریقہ سے جرمنی تک ۱۶۰۰ میل کا راستہ ۹ گھنٹہ میں طے کرتا ہے۔ یہ پیلد تہروش کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

امریکہ کے ایک دس سالہ قیدی نے کپڑا سینے کی ایک ایسی مشین جیل میں پڑے پڑے ایجاد کی ہے کہ اس سے سلے ہوئے کپڑے پر ٹانکا نظر ہی نہیں آتا۔ اس مشین کی اسقدر قدر ہوئی کہ تمام امریکہ اسپر فخر کرتا ہے اور موجد کو بڑی عزت کے ساتھ رہائی دیگئی۔

ڈاکٹر چارلس نیلاٹن نامی نے کہ ہوئے ناک کی یا بگڑی ہوئی صورت کو درست کرنے میں ایک بڑی ترقی کی ہے وہ پسلی کی ہڈی کے ٹکڑے سے ایک درست کا ناک اس گر بڑی ہوشیاری سے ناک کی جگہ جوڑ دیتا ہے جو ایک دو ماہ کے عرصہ میں بالکل درست ہو جاتا ہے۔

دکن کے ایک نامور خطاط نے مختلف ناموں کے ایسے طغرے بادر چنگی زیب نکالی ہے کہ دائیں طرف سے اردو اور بائیں طرف سے انگریزی کا نام پڑھا جاتا ہے۔

انگلستان کا نقشہ آرڈیننس سروے سے تیار ہوا ہے جس میں ایک لاکھ اشہرہزار سترہ سو کمین و کیا پائی گئی ہیں اس نقشہ کے بنانے میں ۵۰ سال تک ۵۰ لاکھ پونڈ صرف ہوا ہے یہ نقشہ ایسا صاف اور تفصیلی ہے کہ ایک مکان کی دیواروں، احاطہ، درختوں اور جھاڑیوں تک کے نقطے آتا ہے ان مکانوں کا نقشہ ہی دہندلا خاکہ نہیں ہے بلکہ صاف صاف ہر ایک گھر، دہلیز، دروازہ، کھڑکیاں، لیمپوں کے ستون اور رکھنے کی نالیوں تک دکھلائی گئی ہیں۔

ماسکو اور بعض دیگر روسی شہروں میں جانوروں پر چابک استعمال کرنے کی قطعی ممانعت ہے اور کسی گاڑی والے کے ہاتھ میں وہاں چابک نظر نہیں آتا۔ جانور وہاں خوبصورت اور نہایت عمدہ حالت میں نظر آتے ہیں جس سے اس قانون کے جانوروں کی صحت کیلئے مفید ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔